

بادیں بائیں اباہی کی

مگر باپ ہذا ہے جو سڑک رہتا ہے، جھلکاتا ہے، نالے کا سر دگرم بیداشت کرتا ہے، تاکہ تمہارے
دن رات پر سکون پئے رہیں، تمہاری ہر ضرورت کے پیچھے اس کے سارے مالوں کا خون ہذا ہے،
اس کی محنت سے کمایا ہوا دھن، دولت ہذا ہے، ارے جھیلیں نہ امتحن تب ہو گی جب وہ مر
جائے گا، جب تم اس کے لئے روڈے گے، جب وہ مر جائے گا، جب اس کے لئے سمجھت جائے گی،
جب وہ اس سمجھت سے بے نیاز ہو پکا ہو گا، ارے یہ باپ تھی ہذا ہے، جو چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا
دینا تسلی سب سے اچھا انسان ہے اور وہ اس کے لئے اپنے من کو مار کر آپ کو وہ کچھ دھا ہے
جس دو خود کیا ہے، خود پر شریق نہیں کر جا شود پر حرام کرتا ہے، کیا تم لے باپ کی قدر تھی کرنی
ہے جب اسے کھو دے گے

میر قاری محمد اکرم

ناشر: مدرسہ فیض القرآن اوزھرووال

کتنے حمیں میں وہ لمحات

کتنا حمیں ہوتا ہے وہ لمح جب آپ کی مال یا باپ آپ کو
 رحمت کی چھاؤں میں دعائیے کلمات کے ہد پہناتے ہیں، اس لمحے میں
 رحمت، محبت، الحبیان و سکون محسوس کرنے کے لئے ایک دل چاہے وہ دل
 جو احسات و جذبات سے بریز ہو، وہ دل جس خوش بختی سے نہال ہو، وہ
 دل جو پاکیزہ ہو، ذرا محسوس تو بیکھے! اس لمحے کا حسن، اس لمحے کی روشنی،
 اس لمحے کی چمک، اس لمحے کی تازگی، اس لمحے کا سرور یقیناً آپ اپنے
 مال باپ کے عاشق ہو جائیں گے، اپنی نافرمانیوں بد تیزیوں لا پرواںیوں
 پر نادم ہو جائیں گے پھر آپ ان کی محبت جذبات اور مہربانی کو محسوس کر
 سکیں گے۔ آپ کو اپنی تمام کوتاہیاں ایک ایک کر کے یاد آنے لگیں گی
 پھر آپ اپنے والدین کے عفوو در گزر پر جیران ہو جائیں گے کہ انہوں
 نے کب کب آپ کی نافرمانیوں پر چشم پوشی کی جب جب آپ نے ان
 کا دل دکھایا تو انہوں نے جواب میں آپ کے لئے ہدایت کی روشنی
 مانگی، انہوں نے آپ کو عاقل و بالغ سمجھدار ہونے کے باوجود ”نا سمجھ یا
 ابھی بچہ ہے“ کہہ کر اپنا دامن اللہ کے بالگاہ میں دعا کے لئے چھیلا دیا۔
 خوشی نصیب میں وہ لوگ جن کے مال باپ یا ان میں سے
 کوئی ایک اپنے دعاؤں بھرے دامن لئے ان کی خوشیوں کی تمنا
 کرتے ہوئے ان میں موجود میں اللہ رب العزت ہمیں اپنے والدین
 کی قدر، خدمت، فرمانبرداری اور عزت کرنے والا بنادے۔ (آئین)

میں اپنی اس کاوش کو امال جی☆

کے نام کرتا ہوں۔ جنمول نے اپنی بیماریوں کو بھلا کر ابا
جی کی بیماری میں اپنی بیاط سے بڑھ کر بہت خدمت کی
اور کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کا سایہ
ہم سب ہم بھائیوں پر تادیر قائم رکھیں۔ (آمین یا رب
العلمین)

اور ان کے وفادار اور خدمت گزار فرزند برادر عزیز!

حافظ عبد المنان حفظہ،☆

کے نام کرتا ہوں جس نے راتوں کو جاگ جاگ
کر اپنے والد محترم کے راحت و آرام کا خیال رکھا۔
اور پیارے بیٹے!

محمد زکریا سلمہ،☆

کے نام کرتا ہوں جس نے سارا سارا دن اپنے دادا جی کو ہم
سب ہم بھائیوں کی غیر موجودگی کو محسوس نہ ہونے دیا۔
ان شام اللہ ان کی یہ خدمت دنیا کی نیک نامی کے علاوہ
اخروی نجات کا ذریعہ بنے گی۔

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	کتنے جیسے ہیں وہ لمحات	2
2	انتساب	3
3	والدین کے حقوق	8
4	پیش لنقر	9
5	انسان کی تخلیق میں سب سے پہلی چیز	10
6	باب اول	
7	والد صاحب کا آبائی گاؤں	12
8	بڑے حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ	14
9	باب دوم	
10	فضول، بحث و مباحثہ پر اپنی صلاحیں شارع نہ کرو	22
11	آلاتِ موسیقی اور تربیت اولاد	23
12	چھینک اور اسلامی تعلیمات	25
13	مشورہ دینے کے اہل	27
14	مشورہ دینے کی تین درجات ہیں	28
15	استاد کا مقام	29
16	اللہ والوں سے اصلاحی تعقیب	30

31	سوتے وقت کا عمل	17
32	تعلیم کے ساتھ تربیت بہت ضروری ہے	18
33	دعوت و تبلیغ کا کام اور اختلاف رائے	19
35	مُردوں کو ایصالِ ثواب	20
36	موٹاپا بہت سی مہلک بیماریوں کا باعث	21
37	دعوت ولیمہ کا آنکھوں دیکھا حال	22
40	ٹریفک سکنر اور دیگر قوانین	23
41	بڑی اور اچھی زبان	24
42	موباکل کے منفی استعمال کی تباہ کاریاں	25
43	وقت کا درست استعمال	26
44	بادب بانصیب	27
45	شہادت کے سانحہ کی اطلاع	28
46	عیدِ قربان کے لئے سفر	29
47	نماز میں خشوع و خضوع	30
48	بحث و مباحثہ اور بائیکی اختلاف	31
50	نیند ایک عظیم نعمت	32
51	ہمارے گھروں کی برتیں اور مخلوق کا خیال	33
	باب سوم	34
54	تعارف حضرت العلام مولانا اللہ یار خان نور اللہ مرقدہ	35
54	صاحب کشف سے سخت باز پرس	36
55	نماز فجر اور شیطان کی تین گانجیں	37

56	پیٹ کو حرام لئے سے بچاؤ اور زبان کو جھوٹ سے	38
57	روحانی عمل کے ذریعہ علاج	39
58	موت کی یاد	40
59	عیب جوئی سے بچیں	41
61	چکڑوں سے دور رہا کرو	42
61	روح کی پیاس	43
63	ختم نبوت اور کل رفیق احمد کا قبول اسلام	44
64	شادی اگر ہو سادی	45
66	تو شہ آخترت	46
	باب چہارم	47
68	تعارف حضرت امیر الکرم محمد اکرم اعوان رحمہ اللہ تعالیٰ	48
68	زندگی خوبصورت کیسے بننے گی؟	49
69	اچھی اور بُری مجلس کا اثر	50
70	ولایت کی علامت	51
72	یہود و نصاری سے دلی دوستی کو حرام	52
72	نفس ایمان اور کمالِ ایمان	53
74	تذکیہ ہی مدارِ فلاح ہے	54
74	صاجزادگان کے انوکھے ثوق	55
75	اللہ والوں سے اصلاحی تعلق کے فائد و برکات	56
76	اہل و عیال کا فتنہ	57
77	مقصد تخلیق اور وقت کی قدر و قیمت	58

79	محنت اور ایمانداری	59
80	مثبت اور منفی سوچ	60
80	دین نام ہے اتباع رسالت ﷺ کا	61
81	غلط بیانی اور مبالغہ آرائی	62
82	اللہ کا دوست یعنی کاراز	63
83	لوگ خود کسب کر کے عذاب کھاتے ہیں باب پنجم	64
85	تعارف حافظ عبدالرزاق صاحب رحمہ اللہ	66
85	نماز بے حیائی سے کیوں نہیں روکی	67
86	حلف نامہ	68
87	داڑھی کا معہد	69
88	سریلے مبلغ	70
89	حالات بدلنے سے احکام تبدیل کیوں ہو جاتے ہیں؟	71
90	ذکر کرتے کرتے وقت ”ہلتے“ کیوں ہیں؟	72
91	انگوٹھے چونمنے کا مسئلہ	73
92	نور اور بشر کی بحث	74
94	روز اور ڈپلن	75
95	پریشانیوں کے لئے محبوب نسخہ	76
96	اذان سے پہلے اور بعد درود شریف کی شرعی حیثیت	77
97	اہل قبور سے مدد مانگنا	78
97	علم غیب کا عقیدہ اور اعتدال	79
99	خط کا جواب اور دچکپ مکالمہ	80
101	کتنے ہیں ہیں وہ لمحات	81

والدین کے حقوق

والدین کے حیات ہونے کی صورت میں حقوق:.....

☆.....دل و جان سے ان کی عزت و احترام کرنا اگرچہ وہ کافر ہی ہوں۔

☆.....محبت حسن و سلوك کا معاملہ کرنا۔

☆.....شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کی اماعت

☆.....ان کے احسانات اور کاوشتوں کی قدر کرنا۔

☆.....ان کی ضروریات پوری کر کے انہیں راحت پہنچانا۔

☆.....ان کی خوش حالی اور لمبی عمر کی دعا کرنا۔

☆.....کثرت سے ان کی زیارت کرنا۔

بعد از وفات حقوق:.....

☆.....ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا اگر مسلمان ہوں۔

☆.....ایصالِ ثواب کرنا بشرطیکہ مسلمان ہوں۔

☆.....ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کرنا۔

☆.....ان کے عزیز و اقارب اور دوستوں کی معاونت کرنا۔

وقداً فرقاً ان کی قبر کی زیارت کرنا (بخاری، مسند رس حاکم، شعب الایمان یہقی)

پیش لفظ

جن کے مال باپ زندہ ہیں وہ دنیا کے خوش نصیب ترین انسان ہیں، والدین کا رشتہ ایسا ہے کہ جن کا دنیا میں کوئی بدل نہیں، والدین کا رشتہ صرف ایک ہی بار ملتا ہے اور پھر ان کے بعد ریت پہنچنی ہوئی لکیروں کی طرح تیز ہواں کی نظر ہو جاتے ہیں۔ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے یہ کی تو بات ہے کہ جب ہم چھوٹے بچے تھے ہمارے والد ہماری کل کائنات تھے، ہم ان کے ساتھ گپ ٹپ کیا کرتے تھے، ان سے اپنی چھوٹی چھوٹی بات منوایا کرتے تھے۔ آہ اب وہ ہس میں نہیں رہے، وہ باپ جو ہماری ذرا سی تکلیف پر بے چین ہو جایا کرتا تھا۔ اب کہیں دور چلا گیا ہے۔ میں اس درد بھری صبح کو کبھی نہیں بھلا پاؤں گا، جس نے مجھے اجڑ کر رکھ دیا ہے، بے سہارا کر دیا ہے، میرے سر سے محبت و شفقت کے سامنے اٹھ چکے تھے مجھ پر تینی کے سامنے چھا گئے تھے، میں بے بس ولاچار ہو گیا تھا روشنیاں چھٹ چسکی تھیں، تاریکی چھا گئی تھی میرا سکھ و چین چھین لیا گیا تھا۔ اب بس ان کی یادیں ہی رہ گئی ہیں، آج مٹی کی چادر تانے سور ہے ہیں۔ باپ والو! باپ کی عزت کروتا کہ اس سے فیض یا ب ہو سکو، باپ کا حکم مانو تا کہ خوش حال ہو سکو، باپ کا احترام کرو! تا کہ باکمال ہو سکو، باپ کی بات غور سے سنو تا کہ دوسروں سے نہ سننی پڑے، باپ کا احترام کرو! تا کہ تمہاری اولاد تمہارا احترام کرے، باپ کی سختی برداشت کروتا کہ دونوں جہانوں میں عزت ملے، باپ کے سامنے اوچپا نہ بولو! ورنہ تم کو اللہ تعالیٰ جل شانہ بیچا دھکا دے گا، باپ کے سامنے نظریں بھکا کر رکھو تا کہ تم کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بلند کرے باپ کے آنسو تمہارے دکھ سے نہ گریں ورنہ اللہ

تعالیٰ تم کو جنت سے گرادرے گا..... باپ ایک کتاب ہے جس پر تجربات تحریر ہوتے ہیں باپ ایک مقدس محافظ ہے، جو سارے خاندان کی نگرانی کرتا ہے، باپ ایک ذمہ دار ڈرائیور ہے جو گھر کی گاڑی کو اپنے خون پسینے سے چلاتا ہے گرمی میں جل کر بچوں کو پالتا ہے باپ سردی میں جم کر بچوں کو جوان کرتا ہے باپ دس سو بچوں کو پال لیتا ہے دس بچے باپ کو نہیں سنبھال سکتے، باپ رانی تو جنت حاصل، باپ ناراض تو دوزخ کی جمل اور آگ۔ باپ کی دعا دونوں جہانوں میں کمال اور کامیابی باپ ناراض تو جہانوں میں زوال اور ناکامی، باپ سر کی چھستری اور مال ٹھنڈی چھاں ہے، باپ اور مال کی ”بی ہاں“ یعنی تابعداری میں جنت ہے اور باپ اور مال کی ”نا“ یعنی نافرمانی میں دوزخ ہے۔

انسان کی تخلیق میں سب سے پہلی چیز:.....

انسان کی تخلیق میں سب سے پہلی جو چیز رکھی گئی وہ ہے ایک دوسراے کو سمجھنا ایک انسان کی زبان کو دوسروں کے موافق بنایا گیا ہے تاکہ وہ اس کو سمجھیں اور پھر اس کے مطابق عمل کریں، دنیا میں زبانیں مختلف ہیں مگر ان کو سمجھنے والے اپنے اپنے انداز میں سمجھتے ہیں۔ زبان یا انسان سے مراد صرف وہ ہرwoff یا الفاظ ہی نہیں ہیں جو زبان سے بولے جاتے ہیں بلکہ اس سے مراد ہر وہ لہجہ، ہرسروہ اشارہ اور ہر وہ انداز ہے جس کے ذریعے اپنا مافی الصیر اور اپنی بات دوسراے کو سمجھائی جا سکے بعض اوقات انسان زبان سے کچھ نہیں بولتا مگر سر بال کرکی معاملے میں پاں کر دیتا ہے، یا منہ بور کر کسی سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ پاٹھ اٹھا کر یا کانوں کو ہاتھ کا کرکی مسئلے میں اپنی لا تعلقی کا اعلان کر دیتا ہے، حالانکہ اس نے منہ سے کوئی لفظ نہیں بولا ہوتا، یہ اشارے بھی ایک زبان اور ذریعہ ابلاغ ہیں۔ عام بول چپال میں میں بھی انسان کمھی کوئی بات پوری کرتا ہے اور کمھی کہنائی کہہ دیتا ہے لیکن لکھنے والے

کو وہی بات جب لکھنی ہوتی ہے اور اپنے الفاظ میں لکھ کر اس کا مطلب واضح کرتا ہے یعنی وہ اس بات کو اپنے انداز میں تحریر کر کے کہنے والے کا مدعایہ بیان کرتا ہے تو یقیناً ایک مشکل کام ہے، بالخصوص اس بندہ رقم کے لئے ”باتیں ابا جی کی“ میں والد صاحب رحمہ اللہ کی کہی گئی باتیں اور جن تین حضرات سے وہ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے ان کے ارشادات و ملفوظات اور واقعات جس محبت، جس درد اور جن جذبات سے انہوں نے سائے تھے ان کو اس میں جمع کرنے کوشش کی ہے جہاں جس بات کا مطلب واضح نہیں تھا وہاں پر تھوڑی بہت وضاحت کر دی ہے۔ اللہ رب العزت میری اس کاوش کو قبول فرمائے والد صاحب کے لئے صدقہ جاریہ بنادیں۔ (آمین یارب الْعَالَمِيْنَ)

قاری محمد اکرام

مدرس! مدرسہ فیض القرآن اوڈھرووال
تحصیل و ضلع چکوال
۲ شعبان م معظم ۱۴۳۷ھ

باب اول:.....

والد صاحب کا آبائی گاؤں

والد صاحب کا گاؤں چکوال سے سات کلو میٹر مشرق کی طرف جہلم روڈ سے تقریباً تین کلو میٹر ہٹ کر موہڑہ کو رچشم کے نام سے جانا جاتا ہے، اس میں داخل ہونے سے قبل کوٹھ ابدال کے نام سے ایک قصبه استقبال کرتا ہے جو اس کے بالکل ملخت ہے، گاؤں کے آس پاس سربزو شاداب کھیتیں ہیں، گاؤں میں داخل ہونے کے ساتھ چھوٹا سا قبرستان ہے جو ہر آنے جانے والے کو یاد دلاتا رہتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، تھوڑا سا آگے گاؤں کی مرکزی مسجد ہے جس کے سامنے ہی اباجی کا آبائی مکان ہے، ان کے دو بھائی اور تھے (۱)..... ان سے بڑے جو ہمارے تایا نور الٰہی مرحوم ”عرف بابو“ جو رقم کے شعور میں آنے سے پہلے ہی انتقال فرمائے تھے، ان کی دو بیٹیاں تھیں، جو والد صاحب کی بہوئیں بنیں جن میں سے ایک اب انتقال کر چکی ہے، اور (۲)..... دوسرے والد صاحب سے چھوٹے ہمارے چچا عبد الرزاق تھے جو بچپن میں پچھڑ گئے تھے، اسی طرح دو بہنیں تھی ایک بڑی اور ایک چھوٹی اور ہمارے دادا جی فتح محمد اباجی کے بیکن میں ہی یعنی اس وقت اباجی کی چھ سال کی عمر تھی جب ان کی وفات ہوئی تھی یہ والد صاحب کا خاندان تھا، اور دادی جان تھیں، اور ایکیل دادی جان ہی نے تینوں بیٹوں اور دو بیٹیوں کی پرورش اور نگہداشت کی اور ان کو سنبھالا۔ اسی طرح منٹ گھنٹوں میں اور گھنٹے دنوں میں دن ہفتوں میں، ہفتہ مہینوں میں اور مہینے سال میں تبدیل ہوتے گئے والد صاحب نے جوانی میں قدم رکھا۔ اباجی فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک بابا جی محمد سرور رحمہ اللہ تھے اور کریمہ کی دوکان کرتے تھے جب بھی میں دوکان میں جاتا وہ کہتے فضل محمد اذ کر کیتا کر میں اکثر سنی ان سنی کر

دیتا پھر ایک دن انہوں نے کہا فضل محمد اج شامال دی نماز ویلے تو میت وچ آؤں چکڑا لے تو پک وڈے مولوی صاحب آن تے وعظ بھی کریں اور ذکر بھی کریں، جب میں مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں گیا تو ایک بوڑھے سے آدمی تھے، انہوں نے پہلے تھوڑا سا بیان کیا، انسان کا مقصد تخلیق بتایا کہ جن اور انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے میں انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد تخلیق کی طرف توجہ دے اور دنیاوی زیب و زینت سے کناراکشی اختیار کرے، یہ نکہ یہ دارِ فانی ہے، ہمیشہ کی بلکہ نہیں، راہ ہے، منزل نہیں یہ مٹ جانے کی چیز ہے ہمیشہ کیا وطن نہیں تھوڑا سا ذکر کے موضوع پر بیان کیا اور ذکر کا طریقہ بتایا اور پھر ذکر کرایا، ذکر میں ہم چند آدمی ہی رہ گئے تھے دو تو وڈے حضرت جی کے ساتھ آئے تھے ایک کا نام تو ملک خدا بخش تھا جو بعد میں مجھے معلوم ہوا اور دوسرے صاحب کا نہیں پتہ چلا اور بابا جی محمد سرور کے علاوہ گاؤں کے دو تین بابے تھے اس کے بعد بابا محمد سرور رحمہ اللہ کو میں جہاں ملتا وہ مجھے پکڑ کر ذکر کے لئے لے جاتے تھے، پھر آہستہ آہستہ اس کی عادت ہو گئی ذکر سے طبیعت مانوس ہوتی گئی۔ وڈے حضرت جی جب بھی چکوال تشریف لاتے تھے تو موہرہ کو رچشم بھی آتے۔ جہاں ان کے اتنا حضرت العلامہ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ رہتے تھے جن سے حضرت نے صرف ونحو اور دوسری ابتدائی سنتائیں پڑھی تھیں، بابا جی فرماتے ہیں کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی عاجزی اور کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی ان کو کوئی کہتا کہ اتنا جی آتے ریڑی آئی مسجد وچ (گراونڈ والی مسجد) تشریف لے آؤ تو کہتے اوپر والی مسجد میں وڈے حضرت جی آئے میں۔

بہر حال بابا جی کہتے تھے جب سے ذکر باقاعدگی سے شروع کیا، سب کام سیدھے ہونے لگے، نماز کی پابندی، کرنے لگا، نماز کیا ہے؟ اسلام کے دروازے کی پانچ یمنیں میں اس سے اسلام کا دروازہ مضبوط ہوتا ہے، اور اس دروازے میں

داخل ہوتے ہی محبوب کا دیدار شروع ہو جاتا ہے، کبھی قیام ہے، کبھی رکوع، کبھی سجدہ، کبھی قعدہ ہر حال میں محبوب سامنے ہے، جبھی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا نماز ایسے پڑھو جیسے تو اپنے رب کو دیکھ رہا ہے۔

والد صاحب نے پہلی بیعت انہی وڈے حضرت جی سے کی تھی اور اپنی اصلاح کیلئے کسی پیر و مرشد (متبع سنت و صاحب نسبت بزرگ) سے بیعت ہونا منتخب امر ہے اور بیعت ہو جانے کے بعد فرض کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، لیکن مرشد وہ ہو جو خود بھی سنت و شریعت پر چلتا ہو اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی پداشت کرتا ہو۔ ایسے مرشد سے بلا وجہ بیعت کو توڑ دینا سخت خروجی اور نقصان کا باعث ہے اور پیر کو پیر نہ مانتا ناقدری ہے اور جس پیر کا عمل سنت و شریعت کے خلاف ہو اور ناجائز و حرام کا مرتبہ ہو وہ ہرگز پیر و مرشد نہیں ہو سکتا اس کے باقاعدہ پر بیعت ہونا ناجائز ہے۔

بڑے حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ:.....

وڈے حضرت جی سے مراد:..... حضرت العلامہ مناظر اسلام مجتبہ فی التصوف حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ اور ایک صوفی بزرگ تھے جب ماضی قریب میں عقائد اور دین کے بنیادی نظریات میں لوگوں نے کچھ بخشنده شروع کر دیں، روافض نے زور پکڑا، چکڑا لوی مذہب نے سر اٹھایا، فتنہ پرویزیت نے قرآن و سنت کی نئی نئی تاویلیں گھٹیں، نبوت کے عینی شاہدین پر اعتراضات ہونے لگے، اولیاء کرام کا درجہ بڑھا کر انہیں خدائی میں شریک کیا گیا۔ فرعی اور معمولی اختلافات پر لوگ باہم دست و گریباں ہونے لگے، رومات و بدعاں نے سنت نبوی ﷺ کی اصل بیت ہی کو منع کر دیا ایسے میں کھرے کھوٹے میں تمیز مشکل ہو گئی اور بے دینی یہاں تک پہنچی کہ حیات انیاء جیسے اجتماعی اور متفقہ مسئلے کے بھی لوگ منکر ہونے لگے، تصوف جو دین کی روح ہے لوگ

اس کا انکار کرنے لگے، ایسے میں نقاوں نے اپنی دکانیں سحب لیں، زاغوں نے عقابوں کے نشمن پر قبضہ جمایے، دین کے نام پر بھی لوٹ مار عام ہو گئی، درویشی بھی عیاری اور سلطانی بھی عیاری کا سمال پیدا ہو گیا، خداۓ حمن و حسیم نے ان حالات میں دین کی حقیقت کو عیاں کرنے، احیائے دین کے لئے دین کے ظاہر و باطن، علوم نبوت اور فیضیات و برکات نبوت سے اسلام کے پیروکاروں کو سرفراز کرنے تمام فتنوں اور نظریات باطل کی پیچ کی کرنے کے لئے اپنے جس بندے کو منتخب فرمایا وہ تھے مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ جو مسلکا حنفی اور شرعاً نقشبندی اویسی تھے جنہوں نے جمادی الاول ۱۴۰۳ھ بطالب ۱۸ فروری ، ۱۹۸۴ء بروز ہفتہ اسلام آباد میں حلت فرمائی۔

(ماخوذ از مقالہ:- مولانا اللہ یار خان کی تصانیف ایک تحقیق جائزہ)

والد مرحوم نے قرآن کریم ناظرہ پڑھا ہوا تھا تیسوں پارے کی سورتیں اور سورہ ملک اور یسین اور بعض بڑی سورتوں کے آخری رکوع خوب یاد تھے اور تلاوت میں ان کو بڑے لے سے پڑھتے تھے، اور نمازِ فجر کے بعد یسین کے علاوہ ایک پاؤ یومیہ کا معمول تھا۔ البتہ سکول میں ایک ادھ جماعت ہی پڑھی تھی، اپنے آپ کو ان پڑھ خیال کرتے تھے اگرچہ پڑھا لکھا ہونا بنیادی طور پر لکھنے اور پڑھنے ہی سے ہے لیکن صرف لکھنے اور پڑھنے والے کو ہی پڑھا لکھا نہیں سمجھا جاتا پڑھا لکھا ہونے سے متعلق ایک تصور لا شعوری طور پر عوام کے اذحان میں جو راست ہے وہ یہ ہے کہ جو انسان اسکول کی تعلیم حاصل کر کے کسی نہ کسی کیپنی ادارے، یا سیٹھ کی چاکری کرے اسے پڑھا لکھا سمجھا جاتا ہے، اس کے بعد ملکینک، مستری، ڈرائیور بڑھی قسم کے سب ہنرمند افراد جو کسی نہ میدان میں ماہر ہوتے ہیں، انہیں علام طور پر ان پڑھ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ بنیادی طور پر ہر وہ شخص جو کسی بھی میدان میں ماہر ہے اور دوسرے لوگ اس کی طرف اس کے فن سے متعلق رجوع کرتے ہیں یا اس کی

خدمات مستعار لیتے ہیں وہ اس میدان یا فن میں پڑھے لکھے شمار ہوں گے اس کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے۔
ابا مرحوم کہتے ہیں کہ حضرت جی سے تعلق کے بعد ذکر کی بركت سے میری زندگی واضح طور پر شرعی احکام کے رنگ میں رنگی جاری تھی اعمال کی فکر پیدا ہو گئی تھی، دین کی فکر دل میں اترنے لگی تھی، عبادت میں وچھپی رجوع الی اللہ اور تعلق مع اللہ میں ترقی محسوس کر رہے تھے، اور اپنے دل اور خیالات کی حفاظت کر رہے تھے، کیونکہ خیالات الفاظ بن جاتے ہیں اور الفاظ عمل کرنے سے اعمال بن جاتے ہیں اور اعمال کی حفاظت کرنے سے یہ عادات بن جاتی ہیں۔

1965ء میں والد صاحب فوج میں بھرتی ہو گئے، یہ نہیں معلوم کے کیسے ہوئے شاید انہوں نے مندرجہ ذیل اشتہار دیکھا ہو کہ :.....

ملح افواج پاکستان آپ کے لئے چشم برہ ہے افواج کو آپ جیسے مستعد نوجوانوں کی ضرورت ہے اگر کچھ کر گزرنے کی تمنائیں دل میں مچلتی ہیں تو آپ کا مقام فوج کے اندر ہے۔

بہر حال جو بھی وجہ بنی اپنے ملک کی ماہی ناز فوج میں 1965ء میں بھرتی ہوئے اور 1981ء میں پیش آگئے فوج میں آپ نے 15 سال تین ماہ 8 دن سروس کی۔

اور سروس کے دوران بھی والد صاحب نے کئی ساقیوں کو اپنے سلسلہ کے ساتھ ملک کیا وڈے حضرت جی سے بیعت کروایا جن میں سے اہم ساتھی جناب کریم محمد بشیر صاحب رحمہ اللہ تھے، وہاں بھی انہوں نے فارغ وقت میں دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔

سروس کے دوران ہی ایک دفعہ ایک افسر نے حکم دیا کہ جس کمیٹ نے بھی داڑھی رکھی ہوئی ہے وہ منڈا کر صحیح روٹ کرے، ابا جی بہت پریشان ہوئے،

کسی ساتھی سے وڈے حضرت جی کو خط لکھوا�ا تمام کیفیت بیان کر دی یہونکہ خود اردو پڑھ تو لیتے تھے صحیح طرح لکھ نہیں سکتے تھے۔ ابا جی کہتے ہیں کہ جب میں نے خط لکھوا کر پوسٹ کر دیا تو میری پریشانی ختم ہو گئی دماغ ہلا چکلا ہو گیا حالانکہ جواب تو ہفتہ عشرہ کے بعد آنا تھا، دوسرے دن منکورہ افسر کا سامنا ہوا تو اس نے کہا جوان داڑھی نہیں منڈوانی، میں نے کہا سری یہ نہیں ہو سکتا اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا سر جی یہ سنت رسول ﷺ پر ہے اس لئے میں اس کے منڈانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس نے کہا کہ اس کو بھی کرنا بھی سنت ہے وہ بھی کر لیا کرو۔ اس طرح بات آئی گئی ہو گئی۔ ہفتہ کے بعد حضرت کا جواب آیا کہ اول تو انشاء اللہ داڑھی منڈانا ہی نہیں پڑھے گی، اگر ایسے حالات آجائیں داڑھی کو ترجیح دینا ملازمت پر، ایسی ہزاروں ملازمتیں سنت رسول ﷺ پر قربان ہوں۔

رشتوں کی مٹھاس اور پاشنی ان کو نہانے میں ہوتی ہے کچھ لوگ ہماری زندگی میں ایسے ہوتے ہیں جن کی محبت، اپنا یہتی مٹھاس سے بھری ہوتی ہے اور وہ بھلاکے نہیں جاتے انہیں میں سے ایک ہستی میرے والد صاحب تھے۔

میرے والد صاحب مرحوم کی رفاقت کا عرصہ 5 سال تک محدود رہا 28 نومبر 2018ء صبح ۸، ۹ کے درمیان ہمارے پیارے ابو جی یہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے، یاد آتی ہے تو کل کی بات لگتی ہے صحیح تجد کے وقت اٹھتے اذان تک نوافل، ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے نماز سے پندرہ یہس منٹ پہلے سب کو نماز کیلئے اٹھاتے نماز پڑھ کر کچھ دیر تلاوت کر کے آرام فرماتے ہم بھائیوں کی غلطیوں سے درگزر کرتے رہتے اور نرمی سے سمجھاتے رہتے، صبر اور برداشت کا مادہ والد صاحب کے اندر وافر مقدار میں تھا کوئی زیادتی بھی کر جاتا، درگزر سے کام لیتے اور ہمیں یہی نصیحت فرماتے۔ اور کہتے جو مل جائے اس پر قناعت کرو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اپنے سے کم پر نظر رکھو مطلب یہ ہے کہ اپنے

سے غریب تر کو دیکھو، حرام سے دور رہو۔ انہوں نے اپنی محنت و مزدوری کر کے ہم سات بہن بھائیوں کی پروش کی خود بھی حرام سے بچے اور ہمیں بھی بچایا شاید اسی کا یہ اثر ہے کہ ہم سب بھائی اتفاق سے رہتے ہیں اور تمام کے تمام الحمد للہ کسی بڑی لٹ سے محفوظ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بعد بھی ہماری حفاظت فرمائیں۔ ہم میں سے تین بھائی قرآن کریم کی تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں اور دو ڈرائیور ہیں اور ایک بھائی جہاد افغانستان میں شہید ہو گیا ہے، راقم کے ذریعے کسی درجن بچے تکمیل حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور سینکڑوں بچوں اور بچیوں نے ناظرہ قرآن پاک کی تکمیل کی ہے۔ اس طرح عزیزان قاری عبد الودود حفظہ اللہ اور قاری عبد الشکور سلمہ اللہ کے ذریعے سے درجنوں بچے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ یہ سب ہماری سعادت ہے اور اس کے پیچھے ہمارے والدین کی محنت و مشقت اور فکر و کڑھن ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح معنوں میں ہمیں عامل قرآن، حامل قرآن بنادیں ہمارے والدین صدقہ جاریہ بنادیں۔

انسانوں کی صلاح و فلاح کے طور طریقوں کو لوگوں کو بتایا جائے اور ان کی زندگیوں کو راہ راست پر لایا جائے اپنے خالق و مالک کی عبادت کے سلسلہ کو بند نہ ہونے دیا جائے، یہ کام امن و آشتی کے ساتھ کیا جائے لیکن اگر اس میں رکاوٹ ڈالی جائے تو اس رکاوٹ کو دور کیا جائے اور اگر منظم رکاوٹ ڈالی جائے تو منظم طریقے سے روکا جائے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے بندے اس راہ میں کوشش اور محنت کرتے ہیں کہ خود بھی اپنے طور طریقوں کو درست رکھتے ہیں اور اس کی فنکر کرتے ہیں اور پھر دوسروں کے طور طریقوں کو بھی درستے کرنے کیلئے حکمت و مجت کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح میرے والد محترم بھی رات دن انہی کوششوں میں رہتے تھے، کبھی کبھی غمی خوشی میں شریک ہوتے وہاں بھی موقع ملتے ہی احسن طریقے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں بتاتے، کوئی ان کے ساتھ سفر کرتا تو پہلی ہی سے

کیست مخصوص بلکہ پر کر کے رکھتے، عام لوگوں کے لئے بیانات میں سے عام فہم بیان کا انتخاب کر کے رکھتے، کوئی حافظ قاری عالم فرنٹ سینٹ پر بیٹھتا ان سیکلٹس بھی مخصوص بیان تیار کر کے رکھتے اس طرح بھی مسجد میں ٹیپ ریکارڈ لے جاتے اور نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کو بیٹھنے کا کہتے، اور وہاں بیان لگا کر سب نمازوں کو سناتے، کہیں نوجوان لڑکوں کو اکٹھے بیٹھا دیکھتے وہاں جا کر بیان سنواتے غرض ہبھاں بھی موقع ملتا موقع سے فائدہ اٹھاتے، ہر جمعہ کوئی کیست بیان کی لاتے ہفتہ عشرہ لوگوں کو سناتے پھر آگے کسی کو پدیدیہ کر دیتے اور ساتھ کہتے کہ یہ بیان سن کر آگے کسی اور کو دے دینا، اس طرح جب سی ڈی وغیرہ کا چیلن ہوا تو ہر جمعہ کو ایک عدد کیست اور ایک عدد سی ڈی ضرور لاتے حالانکہ ان کے پاس سی ڈی چلانے کا کوئی الہ نہیں تھا جس کے پاس پتہ چلا کہ اس کے پاس سی ڈی پلیزیر یا کمپیوٹر وغیرہ ہے وہ سی ڈی اسے دے دیتے، ان کے شیخ المکرم کی ڈھیروں سی ڈیز تو راقم کے پاس بھی پڑی ہیں جو مختلف اوقات میں والد صاحب لا کر دیتے رہتے تھے۔

اس وقت دنیا میں خود غرضی، نفع اندوزی، نسلم و زیادتی کا عام رواج ہو گیا ہے اپنے اپنے امن پنداش اور انسانیت دوست عنوانات سے حق تلقی، دحشاندی اور من مانی کی جاتی ہے یہ طریقہ نا انصافی اور تسلیم کا اور اپنے مالک و خالق کی نافرمانی کا طریقہ ہے، ضرورت ہے ایسے حالات کو بدلنے کی اور انسانیت کو صحیح اور خیر کی راہ پر لانے کی بھرپور کوشش کی جاتے، اسلام میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے، بلکہ اسلام کا اہم ترین مقصد ساری انسانیت کو اس سیدھے راستہ پر لانا ہے اور اس پر چلانا ہے جو انسانیت کی صلاح و فلاح کا راستہ ہے اور انسانیت کی اصل صلاح و فلاح کا تعاقن آخرت کی زندگی سے ہے۔ اس لئے ہماری ذمہ داری بتی ہے کہ ہم اپنی بساط کی حد تک خیر کی دعوت تام کرنے اور شر کا راستہ روکنے کی فکر اور کوشش کریں۔

الغرض! اباجی کو اپنے شیخین اور حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہم سے بہت

محبت تھی، اکثر و بیشتر بہانے بہانے سے انہی کا تذکرہ ہوتا، انہوں نے یہ کہا انہوں نے وہ کہا، میں نے جب بھی دیکھا اللہ کا ذکر کرتے ہی پایا، یا انہی تین شخصیات کی باتیں کرتے پایا، یا خاموش رہتے بھی شکوہ کرتے، روتے دھوتے نہیں دیکھا۔ خاندان والوں کو جوڑ کر کھنا خلص و محبت رواداری قربانی سب سے بڑھ کر بڑوں اور چھوٹوں کی عزت کرتے، روک ٹوک بھی ہوتی جو اس وقت ہماری طبیعت پر گراں گزرتی تھی مگر وہ ہمارے فائدے کے لئے ہوتی تھی، غصہ کم ہی کرتے تھے۔ جوڑوں کے شدید درد میں بھی جہاں تک ممکن ہو سکتا مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے، شدید یہماری میں بھی اللہ کا شکر زبان سے حباری رہا، اور فرماتے وہ اس حال میں راضی ہے تو ہم بھی راضی ہیں۔ قرآن کی تلاوت جب تک جو اس قائم رہے کرتے رہے، عبادت کیلئے کوئی جاتا عاجزی و انکساری دھاختے، فرداً فرداً سب کی خیریت معلوم کرتے اور دعا دیتے، اور فرماتے راحت و آسائش بڑھنے سے فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ ہمیں خدا بھی بھوتا جا رہا ہے اور کہتے اگر انسان ساری دنیا کی دولت و راحت کمالے مگر اپنے رب سے تعلق اور رابطہ کھو بیٹھے تو اسے کیا فائدہ ملے گا، اور کہتے وڈے حضرت جی نے فرمایا ہے کہ اصلاح قلب کیلئے ذکر الٰہی کے علاوہ کوئی حیلہ نہیں اس لئے بیٹا ذکر قلبی کی کشتہ کرو۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اپنے بڑوں کا ان کی زندگی میں ہی قرداں بنا دے، میرے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ساری عمر جس خداۓ واحد کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہے آج سائرے آٹھ کے قریب ۹ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ بطنان 28 نومبر 2018ء بروز بدھ کو جو پاؤں دن رات میں پانچوں وقت اللہ کے گھر مسجد کی طرف رواں دوال رہتے تھے وہ پاؤں آج ساکت ہو چکے تھے۔ ان کی ٹالکیں جو رکوع و بجود اور اعمال صالحہ کیلئے حرکت میں رہتی تھیں وہ مکمل سن ہو چکی تھی وہ مکمل طور پر بے بن ہو چکے تھے، کچھ وقت پہلے کی کیفیت ان کی نزع کی تھی، ان کا

اس جہان فانی کا سفر ختم ہو چکا تھا اور اب اس سے اگلے سفر کا وقت شروع ہو چکا تھا انہوں نے فرشتہ اجل کا پاتھ تھام لیا اور نہایت خاموشی سے ابدی اور اصلی جہان کیلئے روانہ ہو گئے۔

اب جو آنکھ کھلی، جہاں ہی بدلتی
جہاں فانی کا راستہ، اس کی منزل پہ ہوا تمام
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت کے اعلیٰ باغوں میں ان کی
مہمانی کرے۔ (آمین) اللهم اغفره و رحمه

”یادیں اور باتیں“ اباجی کی

فضول بحث و مباحثہ پر اپنی صلاتیں ضائع نہ کرو:.....

ایک دفعہ رقم اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنی بیٹھک کے باہر دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا، اس وقت نیا نیا اختلاف حضرت ہزاروی اور حضرت اقدس قاضی صاحب رحمہ اللہ کے درمیان مکی و مالکی کے متعلق تھا، ہم سب زور و شور سے بحث میں مشغول تھے، اباجی نے آواز دے کر مجھے بلایا اور کہا فضول بحث و مباحثہ سے پدیدیر کرو، یہ وقت اور صلاتیں اپنی اصلاح کرنے میں لگاؤ وہ بڑوں کی باتیں میں، بڑے جانیں، میں نے کہا کہ فلاں آدمی میرے حضرت ہزاروی پر تنقید کر رہا ہے اور الازم لگا رہا ہے، تو فرمایا: جس برتن میں جو ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔

اس وقت تو ان کی باتیں سمجھ نہ آ سکیں، اب ان کی باتیں یاد آتی میں تو دل سے دعائیں نکلتی میں، کہ ان کا تربیت کا انداز کیا کمال تھا ورنہ آج تو یہ حال ہے کہ اختلاف ہو جائے تو ایک دوسرا کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ مخالف کی خوبیوں کو بھی برائیاں بنا کر پیش کیا جاتا ہے، کوئی کمزوری ہاتھ لگ جائے تو اس انداز میں اچھا لہا جاتا ہے کہ گویا خود تو ہر عیب اور کمزوری سے پاک ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ذہن میں آیا ہے کہ غالباً دمشق کا گورنر تبدیل ہوا تو اس کی محفل میں کچھ لوگ بیٹھے تھے، محفل میں سے کسی نے کہا کہ جناب اس دور میں حضرت حنفی اللہ عنہ سے بڑا صاحب علم کوئی نہیں تو گورنر نے کہا کہ ابھی پرکھ کے دیکھ لیتے ہیں، اس نے قاصد کو بلوایا اور کچھ نازیبا الفاظ کہے اور حکم دیا کہ بھری محفل میں یہ بات حضرت

حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہنا اور جو وہ جواب دیں وہ لے کر واپس آجانا حکم کے تعمیل میں قادر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا اور کہنے والا آپ سینے گورز صاحب نے یہ پیغام بھیجا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے قادر سے فرمایا: کہ گورز سے کہنا کہ جو اس نے کہا وہ اگر میرے اندر ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر حسم فرمائے اور اگر وہ میرے اندر نہیں تو اللہ تعالیٰ تم پر حسم فرمائے۔

قادر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا جواب لے کر جب لوٹا تو جواب سن کر گورز سکتے میں آگیا اور بھری محفل میں کھڑے ہو کر کہنے والا "میں گوای دیتا ہوں کہ عصرِ حاضر میں نواسہ رسول ﷺ سے بڑا کوئی صاحب علم نہیں۔" یہ وہ امانت و دیانت کے علمبردار تھے کہ اختلاف کے باوجود بانی ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نہیں بھی اس میں سے کچھ ذرہ نصیب فرمادے۔ آمین۔

آلاتِ موسیقی اور تربیت اولاد

امی جان فرماتی ہیں کہ جب تمہارے ابا اور کاڑہ میں حاضر سروں تھے تو ریڈیو خریدنے کا ارادہ کیا، اور اپنے ایک دوست سے مشورہ لیا کہ میں نے خبریں سننی ہوتی ہیں آپ کا کیا خیال ہے مجھے ریڈیولینا چاہیے یا نہیں۔ اس دوست نے کہا خبروں کی حد تک تو تھیک ہے لیکن جب آپ گھرنے ہوں گے تو آپ کے بچے اس سے گانے سنیں گے۔ اور بچوں پر برا اثر پڑے گا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ نہ لیں، ابا جی نے ریڈیو نہیں لیا تا کہ ان کی اولاد نہ بگوئے، اب خود اندازہ لگا لیں ابا جی کی سوچ کتنی مثبت تھی اور ان کے دوست بھی کتنی اچھی سوچ کے مالک تھے، ان کو معلوم تھا کہ بچوں کی فطرت میں اور باتوں کی طرح یہ بات بھی راخ ہوتی ہے کہ وہ نقابی کے مشاق ہوتے ہیں اور جو کام جیسے ہوتا دیکھتے ہیں ہو بھو ویسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے مسرتے دم تک ریڈیو اور

ٹیلیویژن گھر میں داخل نہیں ہونے دیا۔
 جس طرح آج کے والدین اپنی اولاد سے بکسر غافل ہیں وہ بے چارے
 اس بات سے لا عسلم ہیں کہ اولاد کی اچھی تربیت کرنا بھی کوئی کام ہے۔ صبح
 انہیں رے منہ دنیا کی اکھلی میں سرڈا لتے ہیں اور جب سورج اپنا سفر مکمل کر کے
 تاریکی کو سوونگات دے کر جاتا ہے تو جس طرح یہ انہیں میں گھر سے نکلتے ہیں
 ویسے ہی انہیں میں گھر لوٹتے ہیں والد صاحب کو توبہ ہی نہیں کہ بچپن کن لوگوں
 میں اٹھتا بلیٹھتا ہے، کیا کرتا پھرتا ہے، بس ان کی ذمہ داری اتنی ہے کہ یہوی بچوں
 کے نان و نفقة کا انتقام ہونا چاہیے اور مس۔

لیکن اس سے الگی بات اور بھی زیادہ تشویش ناک ہے وہ یہ ہے کہ جب
 والدین کو اولاد کی شکایات ملنے لگتی ہیں تو ان کی اصلاح و نگرانی پس پشت ڈال کر
 شکایات کے ازالے کیلئے اور بچے کو بری صحبت سے بچانے کے لئے گھر میں ٹی وی،
 ڈش اور انٹرنیٹ لگا دیتے ہیں اور دل کو جھوٹی تسلی دیتے ہیں کہ پہلیں جی اب بچہ گھر
 میں ہی بلیٹھا رہے گا اور غلط کاریوں سے احتراز کرے گا۔ ان کا یہ خیال اپنے دل کو
 تسلی دینے کی حد تک تو کافی ہے لیکن بچے کی اچھی تربیت کے لئے ہرگز کافی نہیں
 ہے۔ پھر وہ ہر ایسی ہر چیز دیکھتا ہے جو دیکھنے کی نہیں ہوتی اور وہ ہر ایسا کام
 کرتے ہیں جو نہیں کرنا چاہیے، ڈرامے اور فلمیں دیکھنا ان کا مشغله بن جاتا ہے پھر
 وہ بے کار اداکاروں اور گلو کاروں کا ایسا دلدادہ بن جاتے ہیں کہ ان کی ہر بات کی
 نقل اتنا نے میں فخر محسوس کرتے ہیں، ان کی وضع قلع، چال ڈال اور شکل و صورت
 غرض ہر رنگ میں اپنے آپ کو رنگنے کی سعی کرتے ہیں۔ الامان والخیذ۔

حضرت علی کرم اللہ و بهہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے
 آلات موبائل توڑنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔“

حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ڈھول اور بانسیاں یکسر ختم کر دوں۔"

موسیقی کی آواز کو بنی پاک ﷺ نے ملعون آواز قرار دیا ہے۔

آج ہم اسلامی تعلیمات سے اس قدر دور ہو چکے ہیں کہ ہمیں احساس ہی نہیں کہ ہمیں جن ہستیوں کی پیروی کرنی تھی اور جن کے نقشِ قدم پر چکنا تھا وہ لوگ کون تھے اور ان کی معاشرت کیسی تھی۔ بالکل اسی طرح دوسری طرف جن سے اپنا دامن بچانا تھا بلکہ اسلامی روایات اپنا کر انہیں یہ تاثر دینا تھا کہ یہی وہ راستہ ہے جو منزل کی طرف گامزن ہے لیکن ہم خود ہی اسی رنگ و بوئے باغ ہو گئے، جن کو ہم نے دنیا کی آلاتوں سے پاک کر کے آخرت کی تباہ کاریوں سے بچا کر اسلام کی سلامتی، دنیا کی راحتوں اور آخرت کی کامرانیوں سے ہمکنار کرنا تھا چہ جائے کہ ہم ان کی فکر کرتے خود ہی خواب غفلت کا شکار ہو گئے گویا:.....

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ

ہمیں سو گھنے داستان کہتے کہتے

چھینک اور اسلامی تعلیمات

ایک دن گرمیوں میں ہم بھائی صحن میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بھائی کو چھینک آئی تو اس کی کچھ ربوبات اور ریش بھائی عمر فاروق رحمہ اللہ کے چہرے پر پڑیں تو وہ غصہ سے لال پیلا ہوا چھینکنے والے بھائی نے قہقہہ لگایا، والد صاحب اپا نک صحن میں داخل ہوئے اور پوری کیفیت ملاحظہ فرمائی تو انہوں نے اسے ڈھانٹا تم انسان ہو جانور نہیں ہو، جب چھینک آئے تو چھینک کے وقت اپنے چہرے کو کپڑے یا کم از کم ہاتھ سے ڈھانک لو (تاکہ چھینک کے وقت ناک اور منہ سے نکلنے والی ریش سے کسی کو تکلیف نہ ہو، نیز کھانے پینے کی چیزوں ناک اور منہ کی ربوبات نہ گریں)۔

چھینک کے وقت آواز نیوں (پست) رکھے۔

☆.....نبی کریم ﷺ چھینک کے وقت اپنے چہرے کو کھڑے یا ہاتھ سے ڈھانک لیتے تھے اور آواز کو پست کر لیا کرتے تھے (ابو داؤد)

☆ محروم عورتیں چھینک کر الحمد للہ کہیں تو محروم مردوں کیلئے یہ حمک اللہ کہنا ضروری ہے۔ (ہندیہ)

☆ چھینک کے جواب میں مسلمان بھائی الحمد للہ ہے اس کے جواب میں یہ حمک اللہ کہنا یہ دوسرا مسلمان کا شرعی حق ہے۔

☆ جو آدمی چھینک کر الحمد للہ نہ کہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو اس کا جواب مت دو۔ لہذا جو شخص اپنی چھینک پر الحمد للہ نہ کہے وہ جواب کا مستحق نہیں ہے (بخاری)

☆.....جب آدمی تین مرتبہ سے زیادہ چھینکے تو جواب دینا ضروری نہیں، چاہے تو جواب دیں چاہے تو جواب نہ دے۔

☆.....بے ایمان کی چھینک کے جواب میں یہ حمک اللہ کہنا جائز نہیں ہے۔

☆.....جماعہ و عیدین کے خطبات کے وقت جواب نہ دے۔

☆.....اگر بالفرض والحال کوئی شخص بیت الغلاء میں چھینک کر الحمد للہ کہہ بھی دے تو اس کا جواب لازم نہیں ہے (عمدة القاری)

دین اسلام کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ اسلام انسان کو کامل و اکمل بنانے کے لئے ہر چھوٹے اور بڑے ادب سے آرستہ اور مزین کرتا ہے، چنانچہ اسلام نے انسان ضروریات میں سے ہر ضرورت سے متعلق بہترین آداب و تعلیمات پیش کی ہیں۔ ان میں ایک چھینک بھی ہے جسے ہم بہت معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ آداب لکھ دیئے میں تاکہ عمل کرنے میں آسانی ہو چونکہ چھینک کر الحمد للہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور صحت

و تدرستی کی علامت ہے، چحتی اور نشاط کا سبب ہے۔ چھینک آنا اچھی بات ہے، نزلہ کے وقت نیز عالم اوقات میں بھی جب چھینک آتی ہے تو انسان کا دماغ کال اور ناک کے راستے صاف ہوتے ہیں آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے، سر کا بو جھ کم ہو جاتا ہے، جب نومولود بچہ چھینگتا ہے تو والدین اور معاملجین چھینک کو بچے کی تدرستی کی علامت سمجھ کر خوش ہوتے ہیں۔

اس لئے چھینک آنے پر الحمد للہ کے ذریعے اللہ کا شکر ادا کرنے کو مستقل عبادت قرار دیا گیا ہے اللہ پاک ہمیں ہر عمل کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

مشورہ دینے کے اہل

ایک رات کلاس میں پڑھارہا تھا کہ مولانا محمد عقیق صاحب نے کہا کہ الگ کمرے میں آؤ بات کرنی ہے، میں نے ایک لڑکے کو مگر ان بنایا اور دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ مولانا محمد عقیق صاحب فرمانے لگے کہ حافظ شعیب احمد کیلئے رشتہ چاہیے اور ہمیں مولانا اسرار صاحب نے بھیجا ہے میں نے کہا ہمارے بڑے (یعنی والد صاحب) موجود ہیں اس کا فیصلہ تو وہی کریں گے وہ غالباً دوسرے یا تیسرے دن والد صاحب کے پاس گاؤں پہنچ گئے والد صاحب نے کہا میں اپنے شخ (ابا جان کے پیر و مرشد ملک محمد اکرم اعوان صاحب رحمہ اللہ جواب وہ بھی وفات پاچکے ہیں) سے پوچھ کر اور مشورہ کر کے بتاؤں گا۔

چنانچہ اباجی جمعہ والے دن حضرت شیخ کے پاس گئے جمعہ کی ادائیگی کے بعد مصافحہ بھی کیا ڈرتے ڈرتے۔ لیکن بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی اپنی کم ہمتی پر ملامت کرتے ہوئے واپس آگئے مولانا محمد عقیق صاحب اور بھائی عامر سلیم صاحب آئندہ ہفتہ کو پھر گاؤں پہنچ گئے اور اباجی نے نہایت ندامت اور افسردگی سے کہا کہ میں حضرت سے بات کرنے کی جرأت نہیں کر سکا انشاء اللہ آئندہ جمعہ کو میں پھر

کوشش کروں گا۔ آئندہ جمعہ کو پھر حاضر ہوئے اور عند الملقات پھر رعب کی وجہ سے بیت سوار ہوئی خود بات نہ کر سکے اور حضرت کے خادم خاص ماسٹر محمد خان صاحب کو کہا انہوں نے حضرت سے بات کی اور حضرت نے اجازت فرمادی اور مولانا محمد عقیق صاحب کو نالباً تیسری دفعہ جب کاؤں گئے، تو رشتہ دینے کے لئے اجازت دے دی تھی۔

مشورہ کے متعلق شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ مشورہ ایسے شخص سے کرو جو اس کام کی اہمیت اور بصیرت رکھتا ہو۔ دوسرا یہ کہ حدیث مبارکہ کے مطابق جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے تو جس سے مشورہ لیا جائے اس کے اندر ایک صفت ایں ہونا بھی ہے۔ یعنی مشورہ دینے میں اس کے مناسب جو بات ذہن میں آئے دیانتداری کے ساتھ اسے بیان کر دے۔ اس کی پرواہ نہ کرے کہ اگر یہ مشورہ دول گا اس کا دل ٹوٹ جائے گا، یا مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اس حدیث کا ایک مطلب اور بھی ہے کہ وہ رازدار ہو اور مشورے کو راز میں رکھے یہ نہیں کہ اس کی کسی الجھن کو دوسروں کے سامنے گاتا پھرے کہ اس میں تو یہ خرابی ہے اس کے راز کو راز رکھنا فرض ہے، اس امانت کو دوسروں کے سامنے افشا کرنا گناہ ہے اور ایک مسلمان کو رسوا کرنا ہے۔

مشورہ دینے کی تین درجات ہیں:.....

(۱)..... مشورہ دے کر بھول جائے اور سمجھ لے کہ میرا مشورہ واجب عمل

نہیں ہے۔ شریعت میں یہی مطلوب ہے۔

(۲)..... جو مشورہ دے کر انتظار کرے کہ میرے مشورہ پر عمل کیا جائے گا تو

سمجھ لیجئے ایسا شخص مشورہ دینے کا اہل نہیں ہے۔

(۳)..... مشورہ پر عمل کا انتظار بھی کرے اور اگر اس پر عمل نہ ہو تو ناراض

بھی ہو جائے یہ شخص بھی مشورہ دینے کا اہل نہیں ہے۔

یاد رکھیں وہی شخص مشورہ دینے کا اہل ہے جو مشورہ دے اور اس کے بعد
بھول جائے کہ مشورہ پر عمل ہوا یا نہیں۔

استاد کا مقام

کسی بھی نظام تعلیم میں استاد کو ریڑھ کی پڑی کی حیثیت حاصل ہے کوئی نظام
تعلیم ابھے استاذ کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا، استاذ ہی معیار تعلیم کو بلند کرنے اور
پست کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں، قدیم سے جدید زمانہ تک جو فاصلہ بھی طے کیا
گیا، جو ترقی ہوئی اس میں استاد کا نمایاں عمل و خل ہے۔ استاد انسانیت کی تعمیر کرتا
ہے ہر مذہب، ہر خطے اور ہر دور میں استاد کو ایک ذمہ دار فرد شمار کیا گیا ہے حتیٰ
کہ استاد روحانی باپ گردا نا گیا ہے، ہر طالب علم کے لئے ایک استاد ضروری ہے،
اسی طرح کے ایک طالب علم ہمارے چھوٹا بھائی ہے وہ سکول کی تعلیم کے دوران
ظہر کی نماز پڑھنے گیا، واپسی پر استاد صاحب نے ملکب کر لیا اور کہا کہاں گئے
تھے، اس نے کہا نماز ظہر ادا کرنے۔ جواب میں کہا گیا کہ کان پکڑو، سکول کے وقت
نماز پڑھتے ہو؟ طالب علم نے کہا کہ نماز تو حالت جنگ میں بھی معاف نہیں، استاد
صاحب نے کہا آگے زبان چلاتے ہو کان پکڑو، طالب علم نے کہا ویسے مارنا ہے تو
ہاتھ پر مارلو کان نہیں پکڑوں گا، استاد صاحب نے اس دوران ایک پیٹھ پر لا ڈی
تھی دوسری لگانے لگے تو طالب علم نے ڈنڈا پکڑ لیا، اور کہا میں نے منع جو کیا ہے
ہاتھ پر مارنا ہے تو مارلو، استاد صاحب نے اس کی اس گتنخی پر طالب علم کو کہا جاؤ
دفعہ ہو جاؤ اپنی شکل گم کرو اور سکول سے بدل جاؤ۔ امام جی کو یہ خبر برادری کے
دوکاندار سے پتہ چلی اور والد صاحب سے کہا، کہ فلاں (دوکاندار) نے کہا کہ صوفی
صاحب کے بیٹے نے مردوں والا کام کیا ہے، اور خوش کیتیا اے، والد صاحب نے
کہا، استاد کے ساتھ زبان لڑانا کون سا بیاداری کا کام ہے، ہمارے دین اسلام میں

استاد کو بہت ہی اہم مقام حاصل ہے اور محسن انسانیت ﷺ کو استاد بنانا کر بھیجا گیا ہے، ہمارے دین نے استاد کی بہت حوصلہ اور قدر افزائی کی گئی ہے اور حضور کریم ﷺ نے اپنے معلم ہونے پر فخر کا اظہار فرمایا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے استاد بننے کے لئے بڑی خوبیوں کی ضرورت ہے اس لئے کہ اس کی شخصیت اور کردار بچوں کیلئے ایک نمونہ ہوتا ہے جماعت کے اندر اور جماعت کے باہر استاد کی کوئی بھی حرکت ایسی نہ ہو جو دوسروں کے مذاق کا نشانہ بننے اور اس کی عزت و احترام میں کمی واقع ہو۔ اور طالب علم کے ایسے کمی کام میں حوصلہ افزائی نہ کی جائے بلکہ حوصلہ شکنی کی جائے اور استاد کیلئے بھی ضروری ہے کہ ایک استاد کو اپنی کوتاہیوں اور خامیوں پر نظر رکھے اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرے، اپنے اندر ایسی خوبیاں پیدا کرے جس سے طلباء پر خوشنگوار اثرات مرتب ہوں۔

اللہ والوں سے اصلاحی تعلق

یہ غالباً ۹۰ء کی بات ہے کہ والد صاحب دارالعرفان منارہ جمعہ کیلئے جا رہے تھے، انہی دنوں ان کے سلسلے کا اجتماع بھی تھا اور ساتھ مولانا محمد عابد عمر صاحب کے ماموں محمد بشیر صاحب بھی ساتھ تھے، اور ابا جان کہہ رہے تھے کہ جب آدمی اپنا ہاتھ اللہ والے کے ہاتھ میں اپنی اصلاح کیلئے دے دیتا ہے وہ اثر کئے بغیر نہیں رہتا اور رب تعالیٰ اسے اپنا تعلق نصیب فرمادیتا ہے، اور خلقِ کائنات اسے تمام تر دنیاوی پریشانیوں اور مشکلات سے چھٹکارا دے دیتا ہے، انسان ایک دم پر سکون ہو جاتا ہے، والد صاحب کی بات کا مطلب یہ تھا کہ انسان کی روح مادی دنیا کی جھمکیوں سے اوپر اٹھ کر آزاد فضاوں میں محو پرواز ہو جاتی ہے اور سرشاری کی اس کیفیت میں روز مرہ کے معاملات بھی پہلے سے کھیلیں بہتر انداز میں سر انجام پانے لگتے ہیں۔ ضمیر ہر وقت کچھ نہ کچھ غلط ہونے کے احساس سے بری ہو کر اطمینان پکڑ لیتا ہے۔

ایسی خوشگوار لطافت انسان کو گھیر لیتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسم ترین فرد خیال کرنے لگتا ہے ویسے بھی ہر وقت اپنے خالق کے قریب رہنے کا احساس ہی ایسا جاں فراہ ہے جس کے بدے میں سارا جہاں لٹایا جا سکتا ہے۔

والد صاحب کی باقیوں کا اثر محمد بشیر صاحب کو تو ہو چکا تھا اسی لئے وہ جمع کے بعد حضرت شیخ المکرم سے بیعت بھی ہوئے تھے، لیکن راقم جیسے کوڑھ مغز کے دماغ میں یہ باتیں نہ آ سکیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔ **اللّٰهُمَّ اغْفِرْهُ وَرَحْمَهُ**۔

سوتے وقت کا عمل

اباجی کا عشاء کے بعد جب سونے لگتے آخری تین سورتیں ضرور پڑھتے تھے، جب صحت اپھی تھی تو اکثر بلند آواز سے قل هو اللہ احد، قل اعوذ بر رب الافق اور قل اعوذ بر رب الناس اور سورہ ملک پڑھتے تھے آخری تین سورتیں تین تین دفعہ پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں پر دم کر کے سارے بدن پر پھیرتے تھے جب ہم جوان ہو گئے پھر آہستہ آواز پڑھتے تھے، شاید ہمارے بیکن میں ہماری ترغیب کیلئے پڑھتے ہوں۔ **اللّٰهُمَّ اغْفِرْهُ وَرَحْمَهُ**

کیونکہ یہ عمل نبی پاک ﷺ کی سنتوں میں سے ہے، اللہ پاک کے نبی ﷺ اپنی بے پناہ رافت و رحمت سے یہ پاہتے تھے کہ میرے امتی دنیا کی تکلیف اور آخرت کے نقصان و خسaran اور وہاں کی سزا اور ہر طرح کے نقصان سے بچے رہیں، اس لئے نبی پاک ﷺ نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم اس ذات اقدس سے پناہ چاہیں جس کی قدرت کے سامنے ہر چیز سرگوں جس کی منشاء مرض کے بغیر ایک پستہ بھی حرکت نہیں کرتا اور جب کوئی بندہ خلوصِ دل سے اس کی پناہ چاہتا ہے تو پرده غیب سے اس کی حفاظت و حمایت کے انتظام کئے جاتے ہیں اور اس کو شرور و فتن سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

تعلیم کے ساتھ تربیت بہت ضروری ہے

ایک شام والد صاحب اور راقم موسم کی خرابی کی وجہ سے بیٹھک میں اپنے اپنے لحافوں میں نیم دراز تھے، اس وقت تندو تیز ہوا اول نے حواس و برداشت کو ہرانے کیلئے تن من دھن کی بازی لگا رکھی تھی جیسے گھرے سیاہ بادلوں نے منادی کرادی ہو کہ بن بر سے جانے کے ہم بھی نہیں۔ اسی دوران والد صاحب نے پوچھا کہ تیرا مدرسہ کیسے چل رہا ہے؟ کتنے طالب علم ہیں؟ اور تعداد کتنی ہے وغیرہ غمیرہ، میں نے اسی (80) کے قریب تعداد بتائی ان میں 13 بچے حفظ کے ہیں اور باقی ناظرہ خوان اور یہ بھی بتایا کہ تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے تربیت صحیح نہیں ہو پا رہی حاجی صاحب کو بتایا تھا لیکن وہ اور مدرس یا معاون رکھنے کے متحمل نہیں ہیں کہتے ہیں خود ہی کام چلاو۔

فرمانے لگے دونوں چیزوں ضروری ہیں تعلیم بھی اور اس کے ساتھ ساتھ تربیت بھی، ان دونوں چیزوں کی زندہ مشال تمہیں صوفیاء یعنی اللہ اللہ کرنے والوں کے مدرسوں میں ملے گی، تعلیم و تربیت مدارس کی بنیاد اور اس اس ہے آج کے زمانے میں اگر دیکھا جائے تو عصری اداروں میں ان دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہوگی مگر دوسری نہیں ہوگی اگر تعلیم بہت اچھی ہوگی تو تربیت نہیں ہوگی صوفیاء کے مدرسوں میں یہ چیزیں موجود ہوں گی، میری بڑی خواہش تھی کہ تو یا تیرے بھائیوں میں کوئی دارالعرفان میں پڑھتا لیکن میری بد قسمتی اور بد نصیبی ہے کہ تم میں سے کسی کو وہاں پڑھا نہیں سکا میں نے حوصلہ افزائی کیلئے کہا کہ آپ کو افسوس کرنے کی ضرورت نہیں، آپ نے سب کو دینی تربیت دی ہے ماشاء اللہ آپ کی اولاد میں سب حافظ و قاری ہیں آپ کو فخر اور شکر ادا کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کا، آپ نے اپنی اولاد کو نور نبوت یعنی اسلامی تعلیمات سے نوازا ہے۔

فرمانے لگے ٹھیک کہتے ہو میرے شیخ المکرم فرماتے تھے کہ جسے علم کہا جا سکتا ہے وہ صرف وہ ہے جو معرفت باری تعالیٰ عطا کرے اور علم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عجز و انکسار، تضرع اور عاجزی پیدا کرتا ہے اس کے علاوہ عینے علوم میں جتنے کمالات میں وہ انانیت پیدا کرتے میں اور یہ بھی فرماتے تھے عظمت انسانی یہ ہے کہ وہ ان تعلیمات سے مزین ہو جو انبیاء علیہم السلام نے تقدیم فرمائیں اور ان کمالات کی حامل ہو جو اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے کائنات میں تقسیم فرمائے اسی کا نام انسانیت اور انسانی کمال ہے۔

اور غالق کو سمجھنا صرف اور صرف نور نبوت سے ہی ممکن ہے، اور جو نبی پر ایمان نہیں لائے گا وہ غالق کو نہیں سمجھ سکتا، نہ مان سکتا ہے نہ جان سکتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کا کام اور اختلافِ رائے

دعوت و تبلیغ کے کام میں ایک نہایت ہی عمدہ اور بہترین صفت اللہ پاک نے یہ بھی رکھی ہے کہ اس میں چل کر آدمی میں ماننے کی صفت آجاتی ہے، وہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو جاتا ہے اور دین پر چلنا شروع کر دیتا ہے، اسی صفت کو بنیاد بنا کر رائے و مذہ مرکز کے شعبہ تشكیل والے احباب کو ضرورت کے مطابق ملک کے مختلف شہروں میں جماعتیں کی تشكیل کرتے ہیں، اسی طرح ایک جماعت ہمارے گاؤں میں داخل ہوئی تو والد محترم اور استاذی المکرم سلیم اختر رحمہ اللہ علیہمَا دونوں آپس میں رشتہ کے لحاظ سے مامول زاد اور پھوپھی زاد لگتے میں صح کے وقت باہر دھوپ میں پیٹھے ہوئے تھے۔ میں قریب ہی کسی کے ساتھ کھڑا تھا۔ استاد جی نے انہیں دیکھ کر اباجی سے کہا کہ اس کام میں کوئی شک نہیں یہ ایک مشتب تحریک ہے، لیکن یہ لوگ عقائد پر محنت نہیں کرتے، مماثی اور مودودی ان میں گھسے ہوئے ہیں۔ اباجی نے فرمایا: آپ ٹھیک کہتے ہیں غلط سے غلط انسان بھی ان کے ساتھ رہ کر

سدر جاتا ہے۔ ہمارے شیخ المکرم فرماتے ہیں۔ عبادات اصلاح احوال میں سب سے زیادہ معاون ہیں اگر کوئی عبادت بھی کرتا ہے پھر بھی ان کی اصلاح یا اعمال نہیں سدھرتے تو پھر اسے دیکھنا ہو گا کہ اس کی عبادت میں کوئی کمی ہے یا عقیدے میں کوئی خلل ہے۔

اور والد صاحب نے فرمایا جماعت میں جانے والے بعض کمزور ساتھی جماعت میں چلے جاتے ہیں ان کے گھر والوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، اس لئے جانے سے پہلے ان کے نام و نفقة کا مکمل خیال رکھا جائے، کیونکہ حقوق العباد کی مکمل ادائیگی انتہائی ضروری ہے ان کی ادائیگی میں کمی کوتاہی، غفلت اور بے پرواہی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے عبیب ﷺ کی ناراٹگی کا باعث ہے، اگر گھر میں کوئی خدمت والا نہیں تو جماعت میں جانا دینداری نہیں محض خواہشات کا نام دین رکھ لیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں اپنی جگہ اہم میں کسی ایک کی بھی کمی کے باعث کوئی انسان کامل مسلمان یا مؤمن نہیں کھلایا جا سکتا۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حقوق اللہ کی غفلت کی صورت میں بعد ازاں فضاء توبہ و استغفار یا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث چھوٹے یہ سب صورتیں ممکن میں اس کے بر عکس حقوق العباد کا معاملہ بندوں تک محیط ہے گر اس میں کوئی ہو گئی تو جب تک وہ بندہ معاف نہ کرتے گا اس وقت تک کوئی معافی نہیں، اس حوالے سے حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی بہت قابل توجہ ہیں۔ یقیناً بہترین مسلمان اور مؤمن وہی ہو سکتا ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی رعایت کرے۔

راقم نے جو سبق اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے ہر انسان کو جس طرح مختلف شکلوں میں ڈھالا ہے بالکل اسی طرح اس کے سوچنے سمجھنے حتیٰ کہ فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی مختلف رکھی ہے جب ہر شخص کے سوچنے کا معیار مختلف ہے تو یقیناً ہر

ایک کے فیصلے کا زاویہ بھی مختلف ہو گا۔ اس نے اختلاف رائے ہر کمی کا حق ہے اس (اختلاف) میں برائی نہیں ہے۔ ہال برائی ہے کہ اس دوران بندہ آپ سے باہر نکل جائے اور ادب و آداب کا دامن ہاتھ سے چھوڑ جائے۔

مردوں کو ایصالِ ثواب

موت کے معنی فنا ہونے کے نہیں آدمی موت کے آنے کے بعد فنا ہو گیا اور سب ختم بلکہ موت کے معنی منتقل ہو جانے کے میں اس جہان سے اس حبان میں دارِ دنیا سے دارِ آخرت، اس عالم سے اس عالم کی طرف یہ تو ہوتا ہی رہے گا مگر انسان کی روح بٹ جائے یہ نہیں ہو سکتا، انسان از لی تو نہیں ابدی ضرور ہے موت کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے عبرت حاصل کی جائے اور اپنے لئے تو شہ آخرت کی تیاری ہو۔ اب آتے میں میرا روح کے ابدی ہونے کی طرف، ایک دن والد صاحب کہنے لگے میرا معمول ہے کہ جب بھی قبرستان سے گزرتا ہوں حب استطاعت توفیق الہی سے جتنا ہو سکے اپنے عزیز و اقارب جو ہمیں چھوڑ گئے میں اور تمام قبرستان والوں کو کچھ نہ کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دیتا ہوں۔ ایک دن جب میں قبرستان سے گزارا مجھے ایصالِ ثواب کرنا یاد نہیں رہا اور رات کو اہلِ قبور خواب میں آ کر کہنے لگے کہ ہم سے کیا قصور ہو گیا کہ آج تم نے ہمیں تحفہ نہیں بھیجا۔ فرماتے ہیں کہ اس دن دراصل مجھے ایصالِ ثواب کرنا یاد نہیں رہا تھا، کچھ پڑھ کر حدیہ نہیں بھیجا تھا، اس لئے پیٹا جب بھی قبرستان سے گزو تو ان کو کچھ نہ کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کر دیا کرو۔ یہ ان کا حق ہے۔

الحمد لله! والد صاحب کے حکم کے مطابق جب بھی قبرستان سے گزرتا ہوں کچھ نہ کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتا ہوں۔ ایصالِ ثواب کے معنی میں ثواب پہنچانا اور اصطلاح میں ایصالِ ثواب سے مراد ہے کہ آدمی اپنے نیک اعمال اور

عبادات کا اجر و ثواب اپنے کسی عزیز اور محن میت کو پہنچانے کی نیت کرے کسی نیک کام کا ثواب جو ہم کو خدا تعالیٰ سے ملنے والا ہے وہ کسی دوسرے کو بخش دینا اس کا نام ایصالِ ثواب یا فاتحہ ہے۔

فہماء حنفیہ کا اس پر تو اتفاق ہے کہ ہر قسم کی نفلی عبادات کا ثواب دوسرے کو بخشن جا سکتا ہے، زندہ کو بخشن جا سکتا ہے، میت کو بھی، لیکن فرض عبادات کا ثواب کسی کو بخشن جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں فہماء کا اختلاف ہے، پس تمام عبادات چاہے وہ مالی ہوں جیسے صدقہ و خیرات اور قربانی یا بدنسی ہوں جیسے نماز، روزہ ان کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کے ایصالِ ثواب کیلئے سورۃ یسین پڑھا کرو۔

موٹا پا بہت سی مہلک بیماریوں کا باعث

ایک دن برادر اصغر قاری عبد الشکور صاحب مزے لے کر سنار ہے تھے، کہ گرمیوں میں بیٹھک میں آرام کرنے کے لئے قمیض اتاری تو والد صاحب کی نظر پیٹ پر پڑ گئی، تو کہنے لگے بیٹا دوڑ لگائی کرو، اور روزانہ ورزش کا معمول بنالو۔ تمہارا پیٹ بہت پڑھا ہوا ہے اپنا وزن کم کرنے کی فکر کرو۔

اللہ تعالیٰ بچائے موٹا پا بہت سے مہلک بیماریوں کا باعث بنتا ہے، موٹا پے سے نجات حاصل کرنے اور اس کے عوارفات سے محفوظ رہنے کیلئے آسان ہدایات اکثر خضرات یہ کہتے نے جاتے ہیں کہ ورزش نہ کرنی پڑے، صرف دوا سے وزن کم ہو جائے، ابی وقت نہیں ملتا ان دونوں کو یہ سوچ لینا چاہیے کہ مٹین پر توجہ اور دیکھ بھال نہ کی جائے وہ اپنی عمر سے پہلے خراب ہو جاتی ہے، ایسے ہی اگر آپ اپنی صحت پر وقت نہ لائیں، اس کی دیکھ بھال سنوار نہ کریں تو ظاہر ہے بگو جائے گی

پھر خدا نو اس سے بیمار پڑ گئے تو وقت اور پیسہ خرچ کرنا ہی پڑے گا، اس لئے ہمیں چاہیے کہ اپنے جسم اور روح کو وقت دیں تاکہ ہم صحت مند رہ کر اپنے دین اور دنیا کو بہتر بناسکیں اور ہم پر نعمتوں کے دروازے کھلے ریں۔ یہ ہم کا صیغہ اس لئے بولا ہے کہ راقم خود بھی اسی عارضہ میں مبتلا ہے یہ اور ہے کہ والد صاحب کی میرے پیٹ پر نظر نہیں پڑی، اللہ رب العزت ہمیں اپنی صحت کی قدر کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین

دعوت ولیمہ کا آنکھوں دیکھا حال

یادیں بھی کچھ عجیب چیزوں ہوتی ہیں جو پرانی ہوتی ہیں وہی یادیں کہلاتی ہیں کیونکہ نئی تو کوئی یاد نہیں ہوتی۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھول جانا اچھی بات ہے ورنہ انسان کا ماضی اسے زندہ نہ رہنے دے لیکن یہ بھی دیکھیں کہ خدا تعالیٰ بھول جانے کے ساتھ انسان کو یاد کرنے کی صفت بھی دے دی ہے کہ بھول پھر یاد کرو، بھولو پھر یاد کرو۔ لہذا بھولنا انسان کے لئے مفید ہے اور نہ ہی یاد کرنا نقصان وہ اگر یہ دونوں جگہ بدلتی رہیں اگر مسلسل بھولتے گئے اور یاد نہ کیا تو بھی جینا دشوار اور مسلسل یاد کیا اور بھولے نہ تو بھی جینا مشکل، غرضیکہ زندگی یادوں ہی کی مسر ہون منت ہے، ان سے کبھی اپنی غلطیوں کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ایک سہہ پھر یاد آرہی ہے نماز جمعہ کے فراؤ بعد چکوال میں اباجی کے ایک جانے والے کے بیٹے کی شادی تھی مجھے بھی ساتھ لے گئے تھے شادی جو کسی زمانے میں سمرت کا سب سے بڑا موقع ہوا کرتی تھی اب ایک عذاب کا درجہ اختیار کر چکی ہے اور یہ درجہ اسے اس لیے حاصل ہوا کہ اب وہ نسل زمانے کی باگ دوڑ سنبھال چکی ہے جو اپنے آپ کو ”ترقی یافتہ باشور، سجادہ نصیحت، سجادہ نصیحت“ کے نام سے کہا جاتا ہے اس سے بھروسہ انسان نے یہ ہنر سیکھ لیا ہے کہ جب اس کے

لڑکے لڑکیاں تعلیم پوری کر لیتے ہیں تو یہ انہیں کہتا ہے جا بیٹا اپنی شادی کیلئے پیسے کمانا شروع کر۔ یہ بچے بچیاں لاکھوں روپے جمع کر کے اور جس کے دوران ان بچوں سے کئی سینگین غلطیاں ہو چکی ہوتی ہیں، کہی سال کی محنت کے بعد یہ اپنی شادی کے اخراجات کما چکتے ہیں تو ان کا سمجھدار باپ ایک اونچا شملہ باندھ کر شادی کی تقریب میں ہر مبارک باد دینے والے کو کہتا پھرتا ہے، شکر ہے مالک کا کہ اپنی ذمہ داری سے سکدوش ہوا۔ اور کوئی آگے سے یہ نہیں کہتا انکل جی کوں سی ذمہ داری؟ یہ شادی تو آپ کے بچے کی کمائی سے ہو رہی ہے اور یہ شادی میں آپ کا کیا کردار۔ یہ کردار باپ کا نہیں بلکہ مخصوص مخبر کا ہے۔ یہ سمجھدار والدین بہت جلد اپنے کھنے کے نتائج بھی بھیج لگتے ہیں، پہنچتیں چالیس سال کی عمر میں شادیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلی جزیرش 60 سال کے اوپر کی ہوتی ہے یعنی وہ حکانے والی عمر بہت جلد ہو میاں سے کہتی ہے ”جانو“ تمہارے ابوکھانتے بہت میں میں سونہیں پاٹی ان کا کمرہ تبدیل کروانا یوں بڑے میاں کو کھڈے لائیں لگانے کا عمل شروع ہو جاتا ہے جو ماشاء اللہ سے سروvent کو اڑ سے ہوتے ہوئے اولڈ ہوم تک کے مراعل پلک بھسلکتے ہی میں طے کر لیتا ہے۔ آپ بر وقت شادیاں شروع تو تیجھے۔ آپ کے بچے آپ کے شگر گزار رہیں گے اور طلاقیں بھی نہیں ہوں گی انشاء اللہ کوئی آپ کو پہلے کمرہ بدر اور پھر گھر بدر نہیں کرے گا تھوڑا غور تیجھے آپ کو خود سمجھ آنے لگے گا یہ شادی جنازہ بن چکی ہے شادیاں تیجھے جنازے نہیں۔

الغرض! ایسی شادی دعوت اس وقت میرے لئے بالکل انہوںی سی بات تھی کیونکہ اس سے پہلے ایسا تفاق نہیں ہوا تھا، اس وقت یہ تھرے ہو کر کھانے کی روایت نہیں نہیں چلی تھی اب تو شادی حالز کا چلن ہے اس میں کم از کم بیٹھنے کی جگہ تو ہوتی ہے اور اس وقت یہ شادی حال وغیرہ ہمارے شہر میں نہیں تھے والد صاحب بھی ایسی شادی کی مخلوقوں سے کھراتے تھے اور یہ ان کے سلسلے کے ساتھی کے پشم و چراغ کا

ولیمہ تھا۔ میرے خیال کے مطابق اس محفل میں وہ پریشان بھی تھے اور پشمن بھی وہ کھانے کے استنے زیادہ شوqین بھی نہیں تھے، دعائے خیر ہوئی اس کے ساتھ جو اودھم مچا الامان الحفیظ شرفاء کھانے پر ایسے ٹوٹے کہ کہی پلیٹیں بھی ٹوٹیں، دیگوں کے ڈھکن بھی اڑے خوبصورت دلوگ انڈیل کے آئے ہی تھے سو ڈب بوجہ بھی تھے کی تھی تو کپڑوں پر بیل بوٹوں کی اور یہ کمی سالن کے گرنے نے پوری کردی جو بھی پلیٹ لے کر جم غصیر میں گھستا جب وہ نکلتا تو بیل بوٹوں سے بجا نکلتا۔ دلوگ نکلنے پر ایسے ٹوٹے تھے جیسے کئی دن سے بھوکے ہیں، روٹ ختم ہو چکا تھا اور سب کی نظریں تعاقب میں تھی کہ کب دیگر روٹ کی ٹڑے لے کر آئے اور سب اس پر جھپٹ پڑیں، دلوگ اس چھینا جھپٹی اور حکم پیل میں ایک دوسرا پر خود کو ترجیح دے رہے تھے۔ میں نے اس حکم پیل میں گھر کر بڑی مشکل سے ایک پلیٹ چاول لانے میں کامیاب ہوا ابا جی کو پیش کی انہوں نے دو تین نوالے لئے اور کہا شکریہ تم کھاؤ شاید انہوں نے خیال کیا ہو کہ اتنی مشکل سے یہ چاول حاصل کئے ہیں اس لئے تم ہی کھاؤ۔ کاش ہس نبی پاک ﷺ کے طریقے سے مجت کرتے۔ کاش ہمارا اٹھنا بیٹھنا، بچانا، پھرنا، کھانا، پینا حضور ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہوتا۔ جب تک مسلمان اپنی زندگی میں قرآن و سنت پر عمل کرتے رہے اور سیرت طیبہ پر عمل کرنے میں ہی اپنے لئے فخر محسوس کرتے رہے تب تک وہ دنیاوی اعتبار سے بھی ترقی کی راہوں پر گامزنا رہے، اہل اسلام نے اپنی تہذیب و ثقافت کے ساتھ ایک ہزار سال سے زائد عرصے تک دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر حکومت کی اور یہ وہ زمانہ تھا اجب دنیا کی دیگر قویں مسلمانوں کی نقلی کرنے میں اپنے لئے فخر محسوس کرتی تھیں اور یہ صورت حال تھی کہ مسلمان مؤثر تھے اور باقی اقوام متاثر تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب ﷺ کے مبارک طریقوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے دشمنوں کی نقلی اور پیروی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

ٹریفک سگنلز اور دیگر قوانین

رات کے دس بجے کا وقت تھا، سردیوں کا موسم تھا، تلہنگ کے ایک اجتماع پر مولانا محمد عقیق صاحب اباجی کو لے کر گئے تھے، باقی ساتھیوں کو اوڑھروال اتار کر اپنے گاؤں کے لئے جا رہے تھے گاڑی میں ہم صرف دونوں ہی رہ گئے تھے ون فائیو پر انہوں نے اچانک بریک لگا دی، سامنے دیکھا تو اشارہ بند تھا، اس وقت نئے نئے اشارے لگے تھے ہمارے آگے ایک عدد موٹر سائیکل تھا جو اشارہ بند ہونے کے باوجود گزر گیا، میں نے اباجی کو کہا کہ آپ نے خواہ مخواہ بریک لگا دی ہے اس وقت کوئی ٹریفک بھی نہیں ہے اب امر حوم نے کہا کہ حکومت جو قانون بنائے اس پر دیانت داری سے عمل کرنا چاہیے اس میں عوام الناس کا اپنا فائدہ ہے، ایسے ہی تیز رفتاری اور ایک دوسرے سے آگے ہڑھنے کی ہوں میں بسا اوقات اپنی جان کے ساتھ دوسروں کی جانیں لینے کا سبب بھی بن جاتی ہے، ہمیں قانون پر عمل کرنا چاہیے، تاکہ ایسے حوادث کے راستہ میں بند باندھا جاسکے۔ میں غاموش رہا، اس کے بعد سفر غاموشی سے ہوار۔

اگر ہمارے ملک کے سارے ڈرائیوروں کی یہی سوچ ہو کہ ان کی اپنی زندگی کے ساتھ سڑک پر چلنے والے دوسرے لوگوں کی زندگی بھی ان ہی کے رحم و کرم پر ہوتی ہے زندگی اللہ پاک کا بہت قیمتی تھفا ہے، اس کی حفاظت کی جان چاہیے، اسی طرح ایک بات اور کہ رات کے وقت گاڑی سڑک پر پاک نہ کریں، اگر مجبوراً ایسا کرنا پڑے ہی جائے تو پارکنگ لائسنس کو آن رکھیں تاکہ پیچھے سے آنے والوں کی رہنمائی ہو سکے۔

خدارا اپنی جان کے ساتھ ساتھ دوسروں لوگوں کی جان بھی بچائیں ایک آزاد، مہذب، تعلیم یافتہ اور باشمور قوم ہونے کا ثبوت دیں اور ٹریفک سگنلز اور دیگر قوانین

کی پابندی کریں اسی میں ہم سب کا فائدہ ہے۔

بُریٰ اور اچھی زبان

یاد ایک چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اس نے اپنے اندر ایک دنیا آباد کر رکھی ہے، دنیا! خوشی کی، اور غم کی دنیا! مسکراہٹ اور آنسوؤں کی دنیا! یہ لفظ خوشی کی شادیاں کے لمحات بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور اذیت و کرب کا وقت بھی اپنے اندر سمونے ہوتے ہے، یہ لفظ دیکھنے میں پڑھنے میں لکھنے میں بالکل بھی بڑا نہیں ہے اگر اسے محسوس کیا جائے تو یہ جذبات کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دینے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے، یاد لوگوں سے وابستہ، یا چیزوں سے، یا کسی کی باتوں سے۔ آج وقت تحریر والد صاحب کے انتقال کو چالیس دن ہو چکے ہیں ان کی کچھ باتیں یاد آرہی ہیں ایک مرتبہ نماز ظہر کے بعد گھر آئے تو انہوں نے چھوٹی بہو کے متعلق پوچھا ای نے کمرے کی طرف اشارہ کیا، اندر گئے تو وہ رو رہی تھیں آنکھوں سے مسلسل آنسوؤں کی لڑیا بہ رہی تھیں، وہ اپنے آنسو ضبط کرنا چاہ رہی تھیں، مگر آنسوؤں کا میل روای تھا جو تھم ہی نہیں رہا تھا وہ ایسی ہی تھیں بہت ہی نرم و نازک ذرا ذرا سی بات پر آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیا بہہ جاتی، اچانک والد صاحب پر ان کی نظر پڑی انہوں نے جلدی سے اپنی آنکھیں دوسری طرف پھیر لیں اور اپنے پاؤ سے ہنچھوؤں کو خشک کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی جی اباجی کہتی ہوئی۔ ابو نے پوچھا بیٹا کیا ہوا لیکن انہوں نے کچھ نہیں کچھ نہیں کاورد کیا۔ والد صاحب نے امی جی سے پوچھا انہوں نے کہا کہ آپ کے صاحزادے صاحب نے کچھ تلخ باتیں کر دی ہیں اس صدمے سے رو رہی ہے۔ خیر والد صاحب نے چھوٹے بھائی صاحب کو بلا کرتنيبھے کی اور کہا یہ تھیں جو کھانا اور رہائش مل رہی ہے یہ اس کی وجہ سے، زبان کو کبھی ایچھے انسان کی طرح بھی انتعمال کر لیا کرو، ذرا ذرا سی بات پر تمہاری زبان آپ سے باہر ہو جاتی ہے، اس کو

کنٹروں کرنا سیکھ لو اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر بولا کرو کہ کیا بولنا ہے اور کیا نہیں
بولنا ورنہ ایک دن پچھتاوے گے۔

ظاہر ہے کہ زبان کسی بھی معاشرے کی پہچان ہوتی ہے اور لوگ اپنی زبان
سے پہچانے جاتے ہیں، یہاں تک کہ زبان آپ کی کی سالمیت تک مکملے بھی بہت
ضروری ہے، اچھی زبان اعلیٰ قدر و قیمت کی حامل ہوتی ہے، لوگوں کے بولنے کا
انداز اور الفاظ کا چنانچہ ان کی پہچان بن جاتا ہے، اتنے اور باوقار لوگ اپنی لفظوں کے
معیار کو بھی اچھا رکھتے ہیں، اچھی زبان اپنے لفظ کی نمائندگی کرتی ہے۔ اور بری زبان
برے لفظ کی پیداوار ہے مگر ہم اس کو سمجھنے سے انکاری یہی پتا نہیں ہم کیوں بھجوں
جاتے ہیں کہ یہ بد تمیزی ہماری ذات سے شروع ہو کر ہماری ذات پر ہی ختم ہو جاتی
ہے، اللہ ہی رحم کرے ہمارے حال پر۔

موباائل کے منفی استعمال کی تباہ کاریاں

دماغ کے بارے میں عقلمندوں کا کہنا ہے کہ دماغ کا مسئلہ یہ ہے کہ دماغ
کا کوئی دماغ نہیں ہوتا، سواس کے تن میں جو آئے کر گز رہتا ہے، نفع و نقصان کی
پرواہ دماغ کو نہیں ہوتی اور من کے اجڑنے کی وجہ بہت سی ایسی بیماریاں میں جو
ظاہری طور پر تو چھوٹی چھوٹی خواہشات سے جنم لیتی ہیں لیکن یہی خواہشات من کے
اندر اس طرح مچلتی رہیں تو اس کا اثر پھرتن پہ دکھائی دیتا ہے، اس لئے زندگی کو
سوہان روح بنانے میں یہی چھوٹی چھوٹی خواہشات اڑدھا بن جاتی ہیں جہاں پھر
نسیکی کا ٹھہرنا ممکن نہیں رہتا، اور زمانے کے اطوار کو خود پر حاوی کر لینے سے
معاملات بگرتے ہیں سنجھتے نہیں، لائق ایک سراب ہے کہ انسان کو اپنی طرف اس
طرح کھینچتا ہے کہ انسان کیلئے سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے، لائق کا
سلسلہ یوں ہی نہیں تھمتا بلکہ لائق نئی لائق کو جنم دیتی ہے یہ لائق ایسے انہیں

کنوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے کہ اس گڑھ سے باہر نکلا مشکل ہو جاتا ہے بلکہ اس سے قطع تعلق ہونا انسان کیلئے اتنا مشکل ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ انسان انسانیت کے دائرے سے بھی بکل جاتا ہے۔

چچھ اسی طرح کا الیہ ہمارے ایک بھائی کے ساتھ ہے موبائل فون کے لین دین میں کافی فعال تھے، والد صاحب نے کیے بعد دیگرے انہیں موبائل فون بدلتے دیکھا تو کہا بیٹا اس میں دو چار فائدے ضرور ہوں گے لیکن یہ اپنے امداد میری معلومات کے مطالبہ یہ بے حیائی کا ایک پنڈہ ہے، جس سے بے شمار شریف کہے جانے والے لوگوں کی قبائے حیا تاریخ ہو کر رہ گئی ہے اپنے لئے کوئی سادہ س موبائل فون اپنی ضرورت کیلئے رکھ لو یہ لین دین اور خرید و فروخت چھوڑ دو، تم سے لے کر جو بھی اسے غلط استعمال کرے گا اس میں تمہیں بھی گناہ ملے گا۔ اس میں اب تو ایسے لوگ بھی بھنسے میں جو پہلے اللہ اللہ کر لیتے تھے اب وہ اسی کے ہو کر رہ گئے ہیں اور اسی میں ہر وقت سردیا ہوا ہے۔

راقم نے روزنامہ اسلام اخبار میں پڑھا ہے کہ ایک مغربی محقق نے لکھا ہے کہ مسلمان اپنے دین مذہب، تہذیب و ثقافت پر اس قدرتختی اور پابندی سے عمل پسرا کیوں رہتے ہیں؟ اس نے ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ مسلمانوں کا اپنے دین و مذہب سے عشق کی حد تک لاکا ہے جب تک مسلمانوں کے پاس قرآن، احادیث، بیت اللہ شریف اور روضۃ رسول ﷺ اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں اس وقت تک مسلمانوں کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، لہذا مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے، قرآن، کعبۃ اللہ، اور روضۃ رسول کی محبت کو نکلا جائے۔

بندہ کے خیال میں اگر بے روح آکہ اور ڈھانچہ جو ٹھیک موبائل کے نام سے موجود ہے اگر ہم نے اس کو مثبت استعمال نہ کیا اور ایسے ہی منفی اس کا استعمال کرتے رہے تو وہ دن دور نہیں ہے اسلامی شخص کے حامل اشیاء سے ہم محروم ہو

جائیں گے۔ کیونکہ جہاں بھی اس کا آشیانہ بنا ہے اس جیب سے مساوک اور ٹوپی، تنیج یعنی گراں قدر چیزیں رخصت ہو گئی ہیں یا ہو رہی ہیں، بلکہ بہت ساری جیلوں سے روپیہ کا بوجھ بھی کم ہو رہا ہے آپ نے دیکھا ہو گا کہ اس کی برکت سے بڑے بڑے صوفیاء، اولیاء، حافظوں، قاریوں، مولویوں کی حلال و پاکیزہ کمانی ”ریپارچ“ اور ”ائز نیٹ پیچ“ کے سانچوں میں ڈھل کر بڑی آسانی سے فضا، آسمانی میں بھر جاتی ہے، اور اس کا حلقة اڑاں حد تک وسیع ہو چکا ہے کہ مسجدیں خالقائیں کا، دینی مرکز اور جلسے بھی اس کے زیر اڑا چکے ہیں، اس کی وجہ سے نمازوں کا خشوع غارت ہو گیا ہے، اس نے ذاکرین کے ذکر میں رخنے ڈال کر انہیں بے حقیقت کر دیا ہے، طلبہ کرام سے توجہ و انہماں چھین کر انہیں علم کی لازوال دولت سے محروم ہونے پر مجبور کر دیا ہے، پر وقار دینی مجلسوں کی سنجیدگی و ممتازت کو اپنے دل کش ترانوں سے منتشر کر دیا ہے۔

الغرض! زندگی کا کوئی شعبہ بھی نہیں بچا ہے جس میں اس نے فنا اور بگاڑ کی آماجگاہ نہ بنایا ہو۔ اللہ ہمیں اس کے فتنے سے بچائے اور اس کے مثبت استعمال کی توفیق عنایت فرمائیں۔ (آمین یا رب العلمین)۔

بادب با نصیب

ایک مرتبہ اباجی نے چھوٹے بھائی قاری عبد الدود صاحب کو حضرت کے پاس بھیجا کہ مہانہ اصلاحی بیان ہو گا، وہ جا کر سن کر آؤ وہ گئے جب واپس آئے تو والد صاحب کو کہا کہ بیان تو سنا ہے پر حضرت ملک صاحب سے مصافحہ نہیں ہو سکا۔

اباجی نے ٹوکا اور کہا کہ وہ آپ کے اور میرے شخ ہیں (یعنی پیر و مرشد ہیں) ادب سے نام لیتے ہیں کیونکہ اس کا رغائب قدرت میں جس کو جو نعمتیں ملی ہیں ان میں جہاں محنت، مشقت بیانی محرکات ہیں وہیں ”ادب“ کا بھی بہت اہم کردار رہا

ہے جو ادب سے محروم ہے حقیقتاً ایسا شخص ہے نعمت سے محروم ہے ٹالید اسی لئے کسی سیانے نے کہا تھا ”با ادب با نصیب“، بے ادب بے نصیب ”الغرض! یہ کہ ادب ہی ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو ممتاز بناتی ہے جس طرح ریت کے ذریعوں میں موتی اپنی چمک اور اہمیت کھود دیتا ہے اسی طرح ایک ادب و آداب والا انسان انسانوں کے جنم غیر میں بھی اپنی شاخت کو قائم و دائم رکھتا ہے۔

شہادت کے سانحہ کی اطلاع

انسان کی زندگی میں بعض ایسے کردار ہوتے ہیں جنہیں فرماؤش کرنے کی کوشش کے باوجود ہم انہیں فرماؤش نہیں کر سکتے، ان کا پیار، ان کی مجتہ ایک خاموش سائے کی طرح ہمارے ساتھ ہوتے ہیں اسی طرح کا ایک کردار کا یعنی واقعہ یاد آیا، واقعہ کیا ایک ایسی تلخ حقیقت ہے، جس کے ذکر سے صبر کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں، اشکوں کی لڑیاں بھتی چلی جاتی ہیں، اور دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، روح مجتنا شروع ہو جاتی ہے، میری مراد بھائی عمر فاروق کی شہادت کا سانحہ ہے جس کی اطلاع مولانا مازل حسین مدظلہ (جوم مولانا ارشاد احمد شہید رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں) نے 2002ء میں عید الفطر کے بعد دی اور ابا جان اور امی جبان کو مخاطب کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا احسان ہوا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے رستے میں آپ کا بیٹا قول فرمایا ہے آپ کو اور آپ کے سب گھر والوں کو میری اور میرے ساتھیوں کی طرف سے مبارک ہو۔ ہم آپ کو مبارک باد دینے کے لئے آتے ہیں۔

اباجی نے کہا انا اللہ وانا الیہ راجعون ہر چیز کا ایک مناسب وقت مقرر ہے ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ابا جان اس کے بعد رضا بالقضائی عملی تغیرت بنے خاموش رہنے لگے تھے زبان سے خلاف صبر و ضبط کوئی جملہ ہم نے نہیں سن، وہ

ان کا ہونہار و تابعدار فرزند تھا، ان کے درمیان جو ایک رشتہ تھا وہ ہمیشہ کے لئے نہ تو
ٹھیک گیا، آپ کی تمناؤں اور آرزوں کا مرکز مٹ گیا تھا، گوشہ جگر کی چدائی کا غم سہنا
کیا ہوتا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے اس کا اندازہ ہمیں نہیں ہو سکتا کسی آہ و بکا کے
ناموшی کے عالم میں اکثر تصورات اور خیالات میں گم ہو جاتے تھے۔ ابا جان کے
پانچ بیٹے اور ایک بیٹی 6 بوقت تحریر بقید حیات یہں عمر فاروق شہید رحمہ اللہ ہمارا چھٹا
بھائی تھا احمد اغفرہ و رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے خادمان کی حفاظت فرمائے اور ہم
سب کو دین حنیف کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں۔ (آمین)

عبدیٰ قربان کے لئے سفر

سفر انسانی زندگی کا حصہ ہے اور جب تک انسان نے اس زمین پر رہنا
ہے سفر کا سلسلہ چلتا رہے گا، اس لئے سفر مانشی کا ہو یا حال کا، آسان ہو یا مشکل کسی
دینی خدمت کے سلسلہ میں ہو یا روزگار و سیاحت کے لئے انسان جب اس کے لئے
روانہ ہوتا ہے تو لازمی طور پر دل میں کچھ ممکنیں ہوتی یہں اور کچھ وساوس اور خدشات
، منزل تک پہنچنے کی جستجو بھی ہوتی ہے اور راستے کی مشکلات کا ڈر بھی دامن گیر ہوتا
ہے، الغرض! اباجی کے ساتھ کمی سفر یکیسے، اور ان کے زیادہ تر سفر اپنے پیر غانے
کی طرف یا پنجاب میں کہیں بھی سلسلے کا اجتماع ہوتا وہاں تک کا سفر ہوتا۔ اور جب
بھی سفر شروع کرتے اور سواری پر بیٹھتے تو اس کی منون دعا بجان النذی
لمنقبوبون اور آیت الکری ضرور پڑھ لیتے تھے۔

انسان جتنا بھی غور و فکر کر لے لیکن اتنے مختصر اور جامع الفاظ میں ایک مسافر
کی آرزوں اور اس کے دل میں کھٹکنے والے خطرات کو سمجھنا بنی کریم ﷺ کی اس
دعا کے علاوہ ممکن نہیں ہے۔

بہر حال ایسے ہی ایک عبدیٰ قربان تھی اباجی نے کہا کہ آج عبدیٰ حضرت کے

ساقھ پڑھیں گے، میں نے کہا کہ اباجی وہاں کا عید کی نماز کا ثانی معلوم نہیں ہے وہاں پر پہنچنا مشکل ہے، انہوں نے کہا کہ انشاء اللہ پہنچ جائیں گے۔ قاری عبد الشکر صاحب اور قاری عبد الدود صاحب اور راقم کو لے کر منارہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو نماز عید ہو چکی تھی اور حضرت قربانی کا حب انور ذبح کرنے کے اہتمام میں تھے۔ ان کے علم میں نہیں تھا کہ ہم عید کی نماز میں شریک نہیں ہو سکے تھے، اباجی کے ساقھ اور ہمارے ساقھ انہوں نے معانقہ کیا اور کہا فضل محمد کی حال اے سب خیر ہے نا۔ فراغت کے بعد قاری عبد الشکر نے کہا کہ عید کی نماز، اباجی نے کہا بینا میری تو عید ہو گئی ہے۔ کیونکہ آج ایک عرصہ کے بعد حضرت شیخ المکرم نے معانقہ کیا تھا۔ عام طور پر حضرت صرف مصافحہ پر ہی اکتفا فرماتے تھے۔ اس خوشی میں اباجی نے یہ کہہ دیا تھا کہ میری تو آج عید ہو گئی ہے یہ واقعہ صرف اس لئے لکھا کہ ایک مرید باصفا کا اپنے مرشد کے ساقھ قبیل تعلق کیا ہوا ہونا چاہئے اس قدر محبت اب تو باید و شاید باقی رہا مسئلہ عید کا ظاہر ہے اس کے رہ جانے کا غم ہم سب کا مشترک تھا۔ ورنہ اباجی تکمیل اولی اور جماعت کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ اللہ کریم ہم سب کو پورے دین پر پلنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین۔

نماز میں خشور و خضوع

یہ اس وقت کی بات ہے جب راقم حظ کے لئے مدرسہ میں داخل تھا، ابتدائی پاروں میں بین تھا، جب جمعرات کو گاؤں چھٹی گیا، تو مسجد گیا، غالباً مغرب کی نماز تھی، جماعت ہو چکی تھی والد صاحب نے ابھی درکعت بھی مکمل نہیں کی تھیں اور راقم تین فرض اور دو سنتیں پڑھ کر گھر پہنچ گیا، والد صاحب جب مسجد سے آئے اور مجھے طلب کیا اور فرمایا نماز ایسے نہیں پڑھتے جیسے تم نے پڑھی ہے، مدرسے میں نماز پڑھنی سکھاتے نہیں کیا؟ (والد صاحب کی اس بات کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ مدرسے پر معترض تھے

بلکہ احساس دلا رہے تھے کہ تم تعلیم اور تربیت کے مسکن میں رہ کر یہ کوتاہی کر رہے ہو) نماز اس طرح ادا کرنی چاہیے کہ جسم کے تمام اعضاء کی یکمیت کے ساتھ دل کی بھی یکمیت ہوتا کہ ہماری نماز میں روح یعنی خشوع و خصوص کے ساتھ ادا ہوں، دل کی یکمیت یہ ہے کہ نماز کی حالت میں خیالات و دساوس سے دل کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے اور اللہ کی عظمت و جلال کا نقش اپنے دل پر بٹھانے کی کوشش کرے جسم کے اعضاء کی یکمیت یہ ہے کہ ادھر آدھر نہ دیکھے، بالوں اور کپڑوں کو سنوارنے میں نہ لگے، بلکہ اللہ کے ڈر اور عاجزی اور فروتنی کی ایسی حالت طاری کرے کہ جیسے عام طور پر کسی بادشاہ کے سامنے ہوتی ہے، قیام، قرأت روئے، سجدہ اور قعدہ وغیرہ نماز کا جسم میں اور اس کی روح خشوع و خصوص ہے، چونکہ جسم بغیر روح کے بے جیش ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ نمازوں کو خشوع و خصوص اور نہایت دل جمعی کے ساتھ ادا کریں۔ نماز میں خشوع و خصوص کی کوشش کے باوجود اگر بلا ارادہ دھیان کسی اور طرف چلا جائے تو خیال آتے ہی فوآنماز کی طرف توجہ کریں۔ اس طرح بلا ارادہ کسی طرف دھیان چلا جانا نماز میں نقصان دہ نہیں ہے، لیکن حتی الامکان کوشش کریں کہ نماز میں دھیان کسی اور طرف نہ جائے۔

ہمارے والد صاحب خود نماز نہایت خشوع و خصوص اور دل جمعی سے ادا فرماتے تھے، اللہ ہمیں بھی اسی طرح نماز ادا کرنے کی توفیق نصیب فرادیں۔ (آمین)

بحث و مباحثہ اور باہمی اختلاف

گرمیوں کے دنوں میں نماز عشاء کے بعد یثحک کے باہر شیخ محمد عبد اللہ صاحب، برادرم محمد عمران، محمد ابو بکر، محمد عثمان غالباً عبد الشکور بھی تھے، عزیزم محمد عمران اور شیخ صاحب بحث و مباحثہ میں مشغول تھے، اپنی اپنی جماعت کے دفاع میں بول رہیں تھے، اور ایک دوسرے پر تابر توز باتوں میں وار کر رہے تھے، ہم

سب تماشائی بنے ہوئے تھے، جس کی کامپیوٹر مزور ہوتا اس کی حمایت میں کوئی نہ کوئی بات کہہ دیتے، اندر سے یک لخت والد صاحب باہر آئے اور فرمایا کیا شور لگا رکھا ہے تم نے؟ ایسے بحث و مباحثہ جھگڑے اور فناد کی جڑ میں اختلاف اور نفرتوں کی بڑھوتوں کا ذریعہ ہوتے ہیں، محمد عثمان بولا چا جان ہم نے ویسے ہی شغل لگا رکھا ہے، ابا جان نے کہا ایسا شغل ٹھیک نہیں جو کسی کی دل آزاری کا ذریعہ بنے کیا تم کسی کی کہی گئی بات کو کسی عمل کو اس کے نکتہ نظر سے نہیں دیکھ سکتے اگر تم ایسا کرو تو کہی خراپیوں سے بچ جاؤ، ایسے لگتا ہے کہ آؤے کا آواہی بگوا ہوا ہے، ہر کوئی اپنی ہی ہائکے جا رہا ہے، جن باتوں سے صرف نظر کرنا چاہیے ان کا تم لوگ بنگڑ بنا لتے ہیں، جن پر بولنے کی ضرورت ہو اس پر بکوتہ کی طرح آٹھیں بند کر لیتے ہیں۔

والد صاحب تو یہ باتیں کر کے پلے گئے، اب سوچتا ہوں کہ ہمارے آپس کے فضول اختلافات سوائے نفرت، ناچاقی اور زوال کے کچھ نہیں دے سکتے، آخر ہم لوگ ایک امت کب نہیں گے؟ اگر ہم ہی متعدد ہو سکے، اپنے دلوں کے حد، کینہ، بعض، نفرت سے نجات نہ پاسکے تو اپنی نسلوں کو متعدد کیسے کریں گے؟ ہم ان کی تربیت میں اخلاص، لیہیت، صلمہ رحمی محبت جیسے خوبصورت جذبات کیسے پسیدا کریں گے؟ کاش! ہم اپنی بے ہودہ دانشوری کی بجائے دور اندیشی کو آواز دیں، شاید ہم عقل پا جائیں، ہمیں اپنی نسلوں کے ساتھ ساتھ اپنی بھی تربیت کرنے کی ضرورت ہے، قبل اس کے ہمارا نام تاریخ کے صفحات پر زوال شدہ قوموں کے ساتھ لکھا جاتے، ہمیں لکھنا ہو گا، اس تعصب سے، فضول اختلافات سے، لوگوں کو تعصب کی نظر سے پر کھنے سے اور دلوں کے بعض حد کینہ سے تاکہ تاریخ ہمیں عقل مند قوم کے نام سے یاد رکھے، ہماری نسلیں اپنے آباء اجداد پر فخر کریں، ہمارے نقشِ قدم پر چلنے کو اپنی سعادت سمجھیں۔

نیند ایک عظیم نعمت

ایک مرتبہ حب معمول جعمرات کے دن شام کو اپنے گاؤں گیا ہوا تھا، نمازِ عشاء کے بعد بھائی محمد عثمان کے ساتھ گپٹ پر کرتے باہر چھل قدمی کرتے کرتے چوا سیدن شاہ روڈ پر نکل گئے وہاں ہوٹل وغیرہ سے چائے پی واپس آتے آتے گیارہ نجح چکے تھے جب گاؤں کے قریب پہنچے تو قاری عثمان کا موبائل فون نجح اٹھا اس نے ریلو کیا تو عزیزم قاری عبد الشکور سلمہ نے اس سے پوچھا کہ بھائی جان تھہارے ساتھ تو نہیں، گھر والد صاحب پریشان ہیں اور تلاش کر رہے ہیں ہم دونوں جلدی جلدی آئے تو والد صاحب مع محمد اویس کے ساتھ گھر کے باہر ہی ہمارے استقبال کے لئے کھڑے تھے، دریافت کیا کہاں گئے تھے؟ ثائم دیکھا ہے کیا ہوا ہے؟ بتا کر نہیں جاسکتے تھے؟ موبائل فون بھی گھر ہی رکھ گئے تھے اس فضول گپٹ شپ کی وجہ سے عموماً تمہیں نماز فخر میں تاخیر ہو جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔
ہم دونوں نہایت دلجمی اور خشوع و خضوع سے سن کر اپنے اپنے گھروں کو دفعہ ہو گئے۔

ہمارے مزاج بن چکے ہیں ہم اس بات کا خیال ہی نہیں رکھتے کہ ہمارے سونے کے اوقات کیا ہونے چاہتے ہیں اس حوالے سے ہم بہت ہی کم علمی کا شکار ہیں رات کو فضولیات میں لگے رہتے ہیں تیجتاً قیام الیل تو بہت دور کی بات نماز خبر بھی نصیب نہیں ہوتی۔ والد صاحب کی باتیں یاد آتی ہیں تو سوچتا ہوں کہ نیند اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے، نیند کے باعث انسان کے 360 اعضاء درست کام کر رہے ہوتے ہیں جو لوگ اس نعمت عظیمی سے محروم ہوتے ہیں یا اس کی حصول کی جدو جہد میں طرح ریاضتیں برداشت کر رہے ہوتے ہیں، یا اس کی قدر و منزلت جانتے ہیں۔ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: ”هم نے تھاری نیند کو تھکن دور کرنے کا ذریعہ بنایا۔“
 اسی طرح آپ ﷺ کی زندگی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے
 معمولات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں نیند کے کچھ مخصوص اوقات مقرر تھے
 اور وہ حضرات ان اوقات کا خصوصی دھیان رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی
 زندگیاں سست روی اور کاملی کے بر عکسِ مکمل چاق و پوچند انسانوں کی زندگیاں
 تھیں ان مقدس شخصیات کی زندگیوں کے مطابعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے
 ہاں نیند کی مقدار اس مقدار سے بہت ہی کم تھی جس کا تصور آج کل ہمارے
 معاشرے میں پایا جاتا ہے، کیونکہ رات کو نمازِ عشاء کے بعد جلدی سونا اور سویرے
 اٹھ کر تہجد اور دیگر عبادات ان حضرات کی زندگیوں کا معمول تھا۔ کیونکہ انہوں نے
 نیند کی برکات کا راز جان لیا تھا، کہ کس وقت تھوڑا سونے سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکتا
 ہے، اور ان پیش نظر نبی پاک ﷺ کا یہ ارشاد بھی تھا کہ میری امت کیلئے سویرے
 میں برکت ہے۔ لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے آپ کو نمازِ عشاء کے بعد فوراً سونے کا
 عادی بنائیں تا کہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

ہمارے گھروں کی برکتیں اور مخلوق کا خیال

ایک مرتبہ اباجی اوڈھروال آئے اس وقت میری پہلی الہمیہ حیات تھیں، اباجی
 کی بھتیجی بھی تھیں، اباجی بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ مجھے الہمیہ کہنے لگیں کہ جب بازار
 جاؤں تو کیزوں سے مار دوائی لے آؤں اباجی نے کہا کیزوں کو کوئی مارتا ہے بھلا آخر
 وہ کسی کا کیا بلگاڑتے ہیں۔ تم چیزوں سے نجات کے لئے تم ایک مٹھی آٹا ڈال دیا
 کرو یہ بیچاری تھی مخلوق تو صرف رزق کے لئے باہر آتی ہے اور بس! ابا کے لئے
 میں زمانے بھر کی شفقت دیکھ کر الہمیہ نے جی چاچا، کیا اس سے کیمزیاں ختم ہو جائیں
 گی یہوں نہیں بیٹا تمہاری دادی امام ایسے کرتی تھیں ادھر گھر میں کیمزیاں نظر آئیں،

ادھر انہوں نے مٹھی بھر آتا کونے کھدروں میں ڈال دیا، کیوں نہیں سے بھی نجات اور صدقے کی نیت مفت میں۔

میرے ناقص خیال کے مطابق آج ہمارے گھروں سے برکتیں اسی لئے اٹھ گئیں، کہ ہم نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مخلوق کا خیال رکھنا چھوڑ دیا ہے، پہلے کسی گھر کے سامنے کوئی سنا بھی آ کر بیٹھ جاتا تو گھر کی خواتین اس کے سامنے کچھ نہ کچھ بچا کپا سالن روٹی رکھ دیا کرتی تھیں مگر اب ایسا نہیں ہوتا یونکہ اب روئیاں بھی گن گن کر پکائی جاتی ہیں برکت کہاں سے آئے گی پھر؟ اس قوم پر زلزلے نہ آئیں، سیلاں نہ آئیں، آفیں اور مصیبتیں نہ آئیں تو اور کیا آئیں۔

جب بھی میرا ہفتے کے بعد کبھی گھر جانا ہوتا تو ابا جی کو اکثر کھانے کے بعد روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے کچن کے اوپر پھیٹکتے دیکھتا، تو میں پوچھتا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ بڑی سادگی سے فرماتے بیٹا اچھا ہوتا ہے صدقہ نکالتے رہنا چاہیے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔

کسی بزرگ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا غریب ہوں اور بہت پریشان ہوں، بزرگ نے مشورہ دیا کہ روز دو سو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، تمہارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ غریب آدمی مارے احترام کے بزرگ کو تو کچھ نہ بول پایا البتہ خانقاہ سے باہر آ کر رونے لਾ، پاس سے گزرتے کسی دانا نے پوچھا روتے کیوں ہو؟

غریب نے جواب دیا، غربت نے پکنی ہی مار مار کر ادھ موایا کیا ہوا ہے اور اللہ والے نے فرمایا ہے کہ روز دو سو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ سب مسائل حل ہوں گے دانا آدمی مسکرا کر بولا بھلے آدمی! بھوکا کیا صرف انسان ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی بھوک سب کو ستائی ہے اگر تم ایک ادھ روٹی ٹکڑے کر کے بھی چیوٹیوں کو ڈال دو گے تو سمجھو تمہارا صدقہ ہو گیا۔ دانا آدمی تو یہ کہہ کر اپنی راہ چل دیا اور غریب اپنی عقل پر نستہ ہوئے اپنے گھر کو چل دیا اور کچھ عرصے بعد ہی

صدقة کی برکات سے نہ صرف وہ اپنے مسائل سے مکمل خلاصی حاصل کر چکا تھا بلکہ گھر میں بھی خوشحالی آگئی۔ اسی طرح حلال اور کمائی میں اضافے اور برکت کے لئے اسلامی تعلیمات میں اور طریقے بھی میں۔ پہلا طریقہ فضولیات میں خرچ نہ کریں دستخوان پر نج جانے والی روٹی ورسالن کو گندگی میں نہ پھینکیں بلکہ کسی ایسی جگہ پر رکھیں جہاں اسے چند پرند اور دوسرا سے جانور آسانی سے ہٹا سکیں، دوسرا اس طریقہ یہ ہے کہ صدقہ کریں صدقہ سے مشکلات اور یہاریوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ رزق میں بھی اضافہ ہوتا ہے حدیث شریف کے مفہوم کے مطابق جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں دس اور آخرت میں ستر گناہ زیادہ عطا فرمائیں گے اس لئے اپنی ضرورت کے مطابق رکھنے کے بعد باقی مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دینا چاہیے، اس سے حیرت انگیز طور پر رزق میں برکت ہوتی ہے اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، رزق میں اضافے اور برکت کے لئے شکر ادا کرنا بہت ضروری ہے، چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ باوضوریں۔ پانچواں طریقہ یہ ہے کہ جب گھر میں داخل ہوں تو سلام کریں اور درود شریف پڑھیں اور ایک دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ لیں ان اعمال سے حیرت انگیز طور پر رزق میں برکت ہو گی۔

باب سوم:.....

تعارف حضرت العلام مولانا اللہ یار خان نور اللہ مرقدہ

آپ کا وصال 15 جمادی الاول 1404ھ کو ہوا۔ آپ ایک تاریخ ساز شخصیت تھے۔ آپ ایک جید عالم ناقابل شکست منافر اور صوفی کامل کی حیثیت سے مشہور و معروف تھے۔ آپ کو متعدد علم متدالوں میں کمال دسترس حاصل تھی، تفسیر، حدیث، فقہ و اصول فقہ، ادب و لغت، عربیت اور کلام وغیرہ تمام علوم دینیہ آپ کی توجہات کا خاص مرکز رہے۔ آپ کی زندگی کا پیشہ حصہ مذاہب بالله کو بے نقاب کرنے میں گزار۔ اس ضمن میں آپ کی نہایت گراس قدر تحقیقی تصانیف مظفر عام پر آئیں، مثلًا تجدیر اسلامیں عن کید الکاذبین الدین الخاص، ایمان بالقرآن تحقیقت حلال و حرام، الجمال والکمال اور نفاذ شریعت وفقہ جعفریہ وغیرہ۔ متن ذکرہ بالا کتب کے علاوہ حیات بزرگیہ حیات النبی علیہ وسلم، اسرار الحرمین اور سیف اویسیہ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ آپ مجتهد فی التصوف اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی تھے تھے۔ تصوف و ملوک کے نام پر جاری بدعات کو آپ نے جو سے اکھاڑ پھینکا اور عامستہ اسلامیں کو صحیح اسلامی تصوف سے روشناس کیا۔ اس موضوع پر آپ کی شہرہ آفاق کتاب دلائل السلوک طالبینِ رشد و ہدایت کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دے رہی ہے۔ آپ نے اپنی زیر نگرانی دار العرفان منارہ کا قیام فرمایا۔ جواب تعلیم و تربیت کے حوالے سے بین الاقوای مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

صاحب کشف سے سخت باز پرس

ایک دن ابا جان ذکر متعلق کہہ رہے تھے، کہ اللہ کا ذکر باقاعدگی سے کیا کرو۔ میں نے والد محترم کو کہا کہ ذکر کی کثرت تو ہر مسلمان مرد و عورت اور چھوٹوں بڑوں سب کو کرنی چاہیے لیکن آپ کے حلقة میں بعض لوگوں کو کشف و الہامات شروع ہو جاتے ہیں یہ میری سمجھ سے بالا تر ہیں۔ ابا جی نے کہا کہ ہرے حضرت جی مناظر

المذکور حضرت العلامہ اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کشف نہ تو مجہدہ سے ہوتا ہے نہ کسی قابلیت کی بناء پر بلکہ یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی دین ہے جسے چاہئے دے دے۔ یہ بہت بڑا متحان بھی ہے وہ یوں کہ عام آدمی ایمان بالغیب کا مکمل ہے اس سے باز پر اس درجے کی ہو گی لیکن جسے الہام و کشف ہوا س سے بہت سخت باز پر ہو گی مثلاً صاحب کشف نے کسی کو برزخ میں دیکھا کہ حرام کمائی کی وجہ سے یا جھوٹ بولے گا اور حرام کھائے تو اس کی خیر نہیں ہے عام آدمی سے شاید رعایت ہو جائے، اس کشف والے سے ہرگز رعایت نہ ہو گی۔

نمازِ فجر اور شیطان کی تین گانٹھیں

اباجی صحیح نمازِ فجر کیلئے سب کو اٹھاتے تو کہتے اللہ کو یاد کرو موت کے بعد پر سکون نیند سونا ہے، موت کے بعد سب ختم ہو جانا ہے، عقل مند وہی ہے جو اس دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرے۔ اٹھ جاؤ کچھ کمائی کرلو، حضرت جی سے سنا ہے کہ شیطان ہر انسان پر تین گانٹھیں ڈال کر سلا دیتا ہے، بستر کو چھوڑ دو تو ایک گانٹھ ٹوٹ جاتی ہے، وغور کرلو تو دوسری اور نماز پڑھ لو تو تیسری اور نماز کے بعد انسان خود پریشان ہو جاتا ہے کہ وہ واں نیند کدھر گئی جس کے غلبے سے وجاگ بھی نہیں رہا تھا۔

آج ہمیں صحیح کے وقت کوئی اٹھانے والا نہیں رہا تو اباجی کی باتیں یاد آہی میں یہ تحریر بھی صحیح نماز سے پہلے ہی لکھیں جا رہی ہے ہمیں پاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیں یکونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو فرمایا تھا جب کسی کو خبر بھی نہیں تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیفۃ الدوم ہوں گے اس وقت ان کے پیٹھے سے فرمایا تھا کن فی الدنیا کانک غریب اور عابد سبیل (بخاری)

”آے ابن عمر دنیا میں ایسے رہنا جیسے مسافر رہتا ہے پھر فرمایا بلکہ مسافر بھی کچھ دیر ٹھہر

کر آرام کر لیتا ہے اور تھوڑا بہت سامان ساقھ لے کر چلتا ہے۔“
اور عابد سبیل بلکہ ایسے رہو جیسا راستہ گزرنے والا، جو تھوڑی دور جا رہا ہو وہ
کوئی اہتمام نہیں کرتا بلکہ اس طرح دنیا میں رہو۔

یعنی دنیا سے اپنا دل نہ لگاؤ، اپنے اوقات اور اپنی ساری صلاحیتیں صرف دنیا
بنانے کی فکر میں مت لگاؤ جیسے آج کل کا چلن ہے ہر ایک کو دنیا بنانے ہی کی فکر
ہے وہ دنیا جو ہمارے آرام کے لئے تھی، ہماری خدام تھی اس کو ہم نے مندوں بنالیا،
تیجہ اس کا یہی ہوتا ہے کہ پریشان رہتے ہیں اور جس وقت موت کا وقت آتا ہے اور
حقیقت کھلتی ہے جس پیجز پہ ہم نے محنت کی وہ ہمارے کس کام آرہی ہے؟ یہی پچھے
یہی رہ گئے، مال و دولت یہیں چھوٹ رہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل دے اس
لئے عقل مند بندہ وہی ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے تیار رہے اس
لئے یہیں چاہیے کہ نماز، روزہ، حج، زکاۃ جو کچھ بھی ہمارے اوپر فرض ہے اس کا
حساب رکھیں، اور پورے اہتمام سے ادا کیں کی کوشش کریں، زندگی میں قضاۓ
نمایاں ادا کرنے کی کوشش کریں، اور اگر رہ جائیں تو وصیت کر جائیں کہ ان کا
福德یہ ادا کر دیا جائے، اس طرح روزہ کے بارے میں کہ قضاۓ روزے پورے کئے
جائیں، اسی طرح زکوٰۃ کا معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

پیٹ کو حرام لقمہ سے بچاؤ اور زبان کو جھوٹ سے
ایک مرتبہ گھر بیٹھتے تھے، ایک بھائی کو اباجی نصحت کرنے لگے کہ میرے
بڑے حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ پیٹ کو حرام لقمہ سے بچاؤ اور زبان کو جھوٹ
سے بچاؤ اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ صوفی کا بڑا سرمایہ محبت اللہ ہے اور محبت کا
تفاضلاً محبوب کی اطاعت ہے اور جو دو چیزوں پر موقوف ہے، ایک قرب فرائض اور
قرب نوافل۔

گفتار میں نہ پوچھنے کیسی بلا ہے وہ
سو جھوٹ بولنے پر بھی سچا لگا ہے وہ

روحانی عمل کے ذریعہ علاج

روحانی عمل کے ذریعہ علاج کی مختلف صورتیں میں دعا کرنا، کوئی آیت، ذکر یا دعا، پڑھ کر دم کرنا، قرآن مجید کی آیت دعا یا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی کو لکھنا اور اسے دھوکر پینا اور لکھا ہوا تعویذ گلے میں لٹکانا، جہاں تک شفاء کی دعا کرنے کی بات ہے خواہ اپنے لئے ہو یا دوسرے کے لئے تو اس کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خانہ پر دایاں ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ دعا فرماتے تھے:
 اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهَبْ إِلَيْكَ الْبَأْسَ، وَأَشْفِ أَنْتَ الشَّاءُفِ لَا شَفَاءَ
 إِلَّا شَفَاءُكَ شَفَاءً لَا يَغَادِرُ سَقَمًا۔

اے انسانیت کے پروردگار! تکلیف کو دور کر دیجئے اور شفاء عطا فرمائیے کہ آپ ہی شفاء عطا فرماسکتے ہیں ایسی شفا جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔

والد صاحب رحمہ اللہ بھی اماں جی کے پر زور اصرار پر گھر میں کسی کی تکلیف کیلئے حضرت شیخ المکرم سے تعویذ یا کوئی چیز دم کرا کے لے آتے تھے، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیتے تھے کہ مرید کا پیر سے جو تعلق اور نسبت ہوتی ہے وہ محض دنیا کے لئے نہیں ہوتی، پیر سے جو مرید کی نسبت اور محبت ہوتی ہے اللہ کیلئے ہوتی ہے، ایمان و یقین کیلئے ہوتی ہے، آخرت کیلئے ہوتی ہے اور قرب الہی کے لئے ہوتی ہے۔ اور کہتے تھے کہ ہمارے وڈے حضرت جی فرمایا کرتے تھے، میں تعویذ اور جھاؤ پھونک اس لئے کر دیا کرنا ہوں کہ یہ لوگ بے دین عاملوں اور پیروں کے ہتھے چڑ کرنا پنا

ایمان خراب کر دیتے ہیں۔

اس سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اور جس کام سے بھی وابستہ ہوں ان کیلئے ضروری ہے کہ شریعت کی حدود پر قائم رہیں اور اس سے قدم باہر نکالنے کی کوشش نہ کریں اس میں آخرت کی حفاظت بھی ہے اور دنیا کی فلاح بھی۔

موت کی یاد

ایک مرتبہ جمعرات شام کو گاؤں کچھ دیر سے پہنچا تو والد صاحب نے وجہ تاخیر دریافت کی میں نے عرض کیا کہ آج مدرسہ تدریس القرآن چسکوال میں حضرت ہزاروں مذکور کی آمد تھی ان کی زیارت و ملاقات میں دیر ہو گئی فرمایا حضرت نے نصیحت کی ہے میں نے کہا کہ باقاعدہ بیان تو آگے کہیں سفر پر جا رہے تھے، مولانا محمد عین صاحب نے حضرت سے کہا کہ طلباء کو کچھ نصیحت فرمادیں اور مدرسہ کیلئے دعا فرمادیں۔ تو حضرت نے طلباء سے کہا پیار و سنت کا اہتمام کرو، ہر کام میں سنت کو پیش نظر کھو تو مهارا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جا گنا، کھانا پینا غرض ہر کام سنت کے مطابق ہو۔

دوسرا درود شریف کی کثرت کرو، اس سے آپ کے سب کام بن جائیں گے۔
تیسرا یہ کہ موت کو کثرت سے یاد کرو، جہاں تک ممکن ہو آخرت کی تیاری کے لئے ہر وقت فکر مند رہو، سر کا دو عالم اللهم إني نے فرمایا کہ سمجھ لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرے گ اس پر وسعت ہو گی (یعنی اس کو طبعی سکون حاصل ہو گا کہ موت کی سختی کے مقابلے میں ہر سختی آسان ہو گی) اور اگر عافیت اور خوشحالی میں موت کو یاد کرے گا تو یہ اس پر شکی کا باعث ہو گا (یعنی موت کی یاد کی وجہ سے وہ خوشے کے زمانے میں آخرت سے غافل ہو کر گناہوں کے ارتکاب سے

بچار ہے۔

ابا جی کچھ لمحے سکوت کیا اور فرمایا ہمارے وڈے حضرت جی رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کا ہمیں یہ ارشاد سناتے تھے کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل موقن ہو جاتا ہے، تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے، ایک صدقہ جباریہ کا، دوسراے اس علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور تیسراے نیک بخت اولاد کا جو اس کے لئے دعا کرے۔“

پھر فرمایا: انسان جتنی بھی طویل عمر پالے انسان کو اس جہاں سے ایک نہ ایک دن جانا ہے جب موت نے زندگی کا دروازہ گھٹکھانا ہے، انسان کو اسی لمحے اس زندگی کا ہاتھ چھوڑ کر موت کو گلے لگانا ہے۔ اور موت کے ساتھ چلے جانا ہے۔

چجھ فرمائے گئے میں وہ حقیقت بھی بیسی ہے کہ ہر جاندار چیز نے موت کا ڈالنہ چھکنا ہے، موت بھی بھی آسکتی ہے، اس کا وقت مقرر ہے، بلکہ بھی مقرر ہے، لیکن آج کل ہم نے دین کو چھوڑ کر دنیا کمانے میں لگ گئے ہیں، آج ہم موت کی تیاری نہیں کرتے، موت کو بھول گئے ہیں، موت تو ایک اٹل حقیقت ہے، جو آکر بھی دم لے گی، کسی بھی وقت موت کا فرشتہ آپنچھ کا اس وقت ہمارے پاس سوائے افسوس کے کچھ نہ ہو گا، اس لئے عقل مندوہی ہے جو آخرت کی تیاری میں لگا رہے اور موت کو یاد رکھے، اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آگاہ، اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پل بھر کی خبر نہیں

عیب جوئی سے بچیں

ایک مرتبہ نمازِ عشاء کے بعد سب گھر بیٹھے تھے، اور گھر کی خواتین نے باتوں باتوں میں غلیبت اور عیب جوئی شروع کر دی جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرے کا

عام چلن ہے اگر اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں گے تو عیب جوئی کو باقاعدہ قصہ گوئی کا درجہ دے دیا گیا ہے جہاں دو چار خواتین مل بیٹھیں گی باتوں باتوں میں اپنے غلطان کرنے کے بہانے کتنی ہی دیر غیبت، چغل خوری اور عیب جوئی میں مشغول ہو جاتی ہیں۔

اوپر سے والد صاحب آئے ایک دو منٹ توقف کے بعد فرمایا کسی کی غیبت کرنے کی بجائے اللہ کر لیا کرو یہ کتنی درجہ بکھی مسلمان کا گوشت کھانے سے بہتر ہے، روح کو غذا بھی مل جائے گی اور آخرت بھی بن جائے گی۔

وڈے حضرت جی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ایمان والا دوسرے ایمان والے کا آئینہ ہے۔ اگر انسان کے چہرے پر کوئی داغ دھبہ لگ جائے تو وہ شیشے کے سامنے جو کھڑا ہوتا ہے تو اب شیشہ اس کے داغ دھبے بتا دیتا ہے اور حضرت انسان بھی چپ کر کے اس عیب کو دور کر دیتا ہے، کسی کو کانوں کا ان بھرنہیں ہونے دیتا گویا شیشے نے اس کے عیب نہایت خاموشی سے اسے بتا دیتے۔

شاید وڈے حضرت جی کی مراد یہ حدیث مبارکہ ہو:.....

”بنی پاک ﷺ نے فرمایا کہ: مومن، مومن کا آئینہ ہے۔“ (ابو داؤد شریف)
مطلوب یہ ہوا کہ ایک مسلمان کو تمام مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے کہ اگر کسی عیب کا علم ہو جائے تو اسے پیار و محبت سے اس کو تباہی میں بیان کر دے اور اس عیب کو دور کرنے میں اس کا معاون بن جائے نہ کہ ڈھول بجا کے اسے سرعام رسو کرے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہمیشہ دوسرے بہن بھائیوں کو بھی اتنی ہی عرت دیں جتنی خود چاہتے ہیں، جو اپنے لئے پسند کریں وہی تمام انسانوں کے لئے بھی پسند کریں اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ ہم لا تعداد گناہوں سے بچ جائیں گے، یاد رکھیں! چند عیب بہت سی خوبیوں کو نہیں مٹا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عیب جوئی سے بچائیں۔

داغ داغ کرتے ہو سمجھی داغدار ہیں

بے داغ تو وہی ہے جو پروردگار ہے

چکرلوں سے دور رہا کرو

مغرب کے بعد اباجی بیٹھک میں چارپائی پر آنکھیں موندے نیم دراز تھے
کمرے میں سکوت سا عالم طاری تھا۔ بھائیوں میں سے ایک بھائی اندر داخل ہوا
سلام کیا، والد صاحب نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا فلاں (اباجی کا ایک طرح سے بھتیجا)
عزیز کے ساتھ تمہارا کیا جھگڑا ہے، اس طرح کے چکرلوں سے دور رہا کرو۔

میرے شخ وڈے حضرت جی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے

رسول کریم ﷺ نے قطع رحمی کو اتنا سخت گناہ قرار دیا ہے کہ اس کی سزا
جنت سے محرومی کی صورت میں مقرر کی گئی ہے اور قطع رحمی سے پنجنے بکھنے ہمارے
اندر برداشت کا ہونا ضروری ہے عام طور پر مشاپدہ میں آیا ہے کہ جو شخص سخت مزاج
اور معاف نہ کرنے والا ہوتا ہے وہ خاندان بھر میں اکیلا رہ جاتا ہے، لوگ ایسے
شخص سے اس کے مزاج سے ڈرتے ہوئے اس سے کم سے کم تعصی رکھتے ہیں۔
دوسری جانب دارزی عمر کا نجہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوك کرنا بتایا گیا ہے،
رشتے کا بھرم رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی تو ملتی ہی ہے ایسا شخص دنیا
والوں کا بھی پندیدہ بن جاتا ہے۔

اگر ہم بھی اس نسخہ کیمیاء پر عمل پیرا ہو جائیں اور اپنے رشتہ داروں کو اپنی
قیمتی متع سمجھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود کو جنت کے باسی نہ محسوس کرنے لگیں۔

روح کی پیاس

خنک کی تکمیل ہوئے ایک عرصہ بیت چکا ہے لیکن جمعرات کی خوشی جیسے پہلے
ہوتی تھی اب بھی اسی طرح ہوتی ہے، جمعرات کا دن شروع ہوتے ہی خوشی کی
ایک لہر جسم میں دوڑ جاتی ہے، اور جمعرات کے دن سے والبتہ کتنی ہی یادوں کے
حسین درتیچے کھل جاتے ہیں ایک ایسی ہی شام جب گاؤں گیا، عموماً والد صاحب عشاء

کے بعد گھر کے افراد جو میر ہوں جمع کر کے ذکر کرتے تھے۔ ذکر کے بعد میں نے عرض کیا آج کل ہمارے دلوں میں سکون واطہیناں کیوں نہیں ہے۔
فرمایا: دیکھو بیٹا اطہیناں اور سکون روح کی آسودگی سے حاصل ہوتا ہے۔

میرے شیخ وڈے حضرت جی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس روح نے ایک بار عالم امر میں حسن کے خالق ہستی کا مشاہدہ کیا ہے اب یہ روح اس دنیا میں اپنے محبوب حقیقی کا مشاہدہ چاہتی ہے لیکن دنیا میں خالق حسن کا مشاہدہ ناممکن ہے بات ہے وہ تو مرنے کے بعد ہی حاصل ہو گا۔

میں نے کہا اس کا مطلب ہے مرنے تک روح کی بے چینی برقرار رہے گی اس طرح تو دنیا میں کبھی کبھی کو سکون اور اطہیناں ہی نہیں ملے گا۔

فرمایا: حضرت جی اکثر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سناتے تھے : لا بذکر الله

طمئن القلوب:

”آکاہ رہو! اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہی مطمئن ہوتے ہیں دل۔“
روح کی بے چینی اور بے قراری کے جذبات اور احساسات کی تسکین اللہ کے ذکر کے تکرار سے حاصل ہو جاتی ہے، اور روح جب اس ہستی کے حسن سے سرور ہو کر جب سکون و سکینیت سے سرشار ہو گی تو اس سکینیت کے اثرات دل، دماغ اور نفیثات کی طرف از خود منتقل ہوں گے، اس سے انسان کے سارے جذبات و احساسات کی تسکین کی صورت پیدا ہو گی اس طرح انسان اپنے شخصیت کے اندر وہنی ٹوٹ پھوٹ سے بکل کر انسانیت کے ثیاںِ شان زندگی گزارنے کے قابل ہو گا، اور انسان روح کو اس کی اصل غرما تلاوت، درود شریف، استغفار، ذکر جو اس کی اصل غذا ہے دینے سے قاصر رہے گا اس کی روح ہمیشہ پیاسی رہے گی، روح کی پیاس سے وہ جتنا بھی ذہنی دباء خوف و ہراس بے چینی، اداہی سے دو چار ہو کم ہے، اور ہمارے صوفیاء کے نزدیک ذکر کی توفیق خود بہت بڑی نعمت ہے، ذکر روحانی

مزے کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ ہر مومن مخلص بندہ کی ذمہ داری ہے، اہل دل نے لکھا ہے کہ جو ذکر اور عبادت اس لئے کی جائے کہ مجھے روحانی لذت حاصل ہو اور مجھے کشف کا مقام نصیب ہو تو نیت بھی اخلاص کے خلاف ہے، اس لئے ذکر اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ہونی چاہیے۔

ختم نبوت اور کریل رفیق احمد کا قول اسلام

اباجی کے سامنے ایک دفعہ ختم نبوت کے بارے میں بات ہو رہی تھی، تو فرمانے لگے وڈے حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر لیفٹینٹ کریل رفیق احمد جو خاندانی طور پر قادیانی تھے ان کا دادا مرتد ہوا تھا جس کی وجہ سے پورا خاندان قادیانی ہو گیا اور انہوں نے بھی اسی ماحول میں آنکھ کھوئی مسلمہ کے ساتھیوں نے انہیں ذکر کی دعوت دی جو ہمیشہ سے صوفیاء کا طریقہ کار رہا ہے کریل رفیق صاحب نے قلبی ذکر شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے طلب صادق کے نتیجہ میں انہیں پدایت دے دی حقیقت حال واضح ہوئی اور وہ بتا ب ہو گئے۔

ایک دفعہ وڈے حضرت جی نے ان سے دریافت کیا، کہ کیا تم بھی قادیانی گھے تھے مرتضیٰ قبر دیکھی ہے؟ کریل صاحب نے کہا کتنی دفعہ وہاں جا چکا ہوں، کیا اب بھی اسے دیکھنا چاہتے ہو، انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو کریل صاحب سے کہا اب روحانی طور پر وہاں پہنچو اور قبر کے اندر کا تصور کرو، قبر میں خیال کرتے ہی وہ گھبرا اٹھا، اندر تو ریپھے ہے، وڈے حضرت جی نے پوچھا کوئی اور قبر تو نہیں تھی، کریل صاحب نے جواب دیا حضرت وہی قبر تھی میں کتنی دفعہ گیا ہوں۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا سب سے بڑی سزا ہے کہ جنس تبدیل ہو جائے اور یہی معاملہ مرتضیٰ ناصر الدین کا بھی ہے عاصی زندگی کے لئے اس نے ابدی زندگی بر باد کر ڈالی۔ اس کے بعد حضرت نے یہ آیت تلاوت

فرمائی جعل منضم القردة والخنازير وعبد الطاغوت، ”ان میں سے بعضوں کو بندرا اور سور بنادیا ہے اور انہوں نے شیطان کی بندگی کی۔“ سلسلہ کے ساتھیوں نے کہل صاحب کے دوبارہ گمراہ ہونے کا خدشہ ظاہر کیا حضرت نے فرمایا اب قادریانی تو بنتا نہیں انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ چھوڑ جائے تو الگ بات ہے؟
کہل صاحب نے عالم بزرخ میں مرتضیٰ قادریانی کے حالات مشاہدہ کرنے کے بعد خاندان کے ایک ایک فرد کو حقیقت حال سے آگاہ کیا اور انہوں نے خطوط تحریر کئے جس کے نتیجے میں خاندان کی اکثریت تائب ہو گئی۔ دادا اور باپ تو مر چکے تھے البتہ والدہ خوش قسمت تھی جو ابھی تک زندہ تھی وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئی۔

شادی اگر ہو سادی

مسلمانوں کو نکاح جیسا مبارک عمل عطا کیا گیا ہے، ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کہتے تھے کہ

میرے شیخ وڈے حضرت جی رحمہ اللہ بنی پاک ﷺ کا مبارک ارشاد سنایا کرتے تھے، کہ نکاح نگاہوں کو پست رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور ایک روایت میں نکاح کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ بنی پاک ﷺ کے فرمان کے مطابق والد صاحب نے راقم کا نکاح بھی 18 سال کی عمر میں کر دیا تھا، نہایت ہی سادگی سے، یاد پڑتا ہے کہ بندہ کے ولیے کا خرچ ساڑھے سات ہزار تھا یہ 1992ء کی بات ہے۔

دین اسلام نے نکاح کے متعلق ایک نہایت معتدل اور جامع نظریہ پیش کیا ہے، لیکن بدلتی سے اس دور میں ہمارے بے فائدہ رسوم و رواج نے اس آسان عمل کو بہت ہی مشکل بنادیا ہے۔ سب سے پہلے تو لاکوں اور لاکیوں کی تعلیم کی آڑ میں عمر میں بڑھانی جا رہی ہیں نام نہاد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی برادری

میں جوڑ کا رشتہ کی عدم دستیابی کے باعث خاندان کے باہر رشتہ کی تلاش شروع ہو جاتی ہے، اب ہر لڑکے کو شادی کے بد لے بھاری بھر کم جیز پا جائیے اور ہر لڑکی کو امیر کیروں شخصیت بھلے اخلاقیات و دینداری کے لحاظ سے کورا اندازی ہو، مس مال و دولت اس کے تمام عیوب چھپا دیتا ہے، اسی طرح لڑکی کی سیرت کے بجائے صورت اور اوپنے خاندان کو ترجیح دیجاتی ہے، ہر ماں اپنی بہو کے طور پر کوہ قاف کی شہزادی دیکھنا پاہتی ہے، بھلے اس کے گھر میں عام نقوش کے حامل اپنی خود کی بیٹی کے بال سفید ہو رہے ہوں لیکن بیٹی کے لئے پری بیانہ لازم ہے، یتیم کے گھر میں کوئی رشتہ کرنا پسند نہیں رکتا کیونکہ وہ دنیاوی حوالے سے پست ہے، والد صاحب نے سب سے پہلے اپنے دونوں یتیم بھتیجیوں کو ترجیح دی، سب سے پہلے انہیں اپنی بہووں میں بنایا جن کے سر پر نہ ماں کا سایہ تھا اور نہ باپ کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بے فائدہ روم و رواج سے بچائے ہوئے افسوس کا مقام ہے کہ ہم انہیں برا تو جانتے میں لیکن ان سے اجتناب کرنے کی کسی میں ہمت نہیں انہی تمام برائیوں کے نتائج معاشرتی بے راہ روی اور فحاشی و عیانی کے پھیلاؤ کے صورت میں سامنے آرہے ہیں۔ لہذا ایسے مکروہ رومات اور فحاشی کا سد باب شعور و آکاہی کے ساتھ نکاح کے ذریعہ ہی ممکن ہے ضرور اس بات کی ہے کہ نکاح کے عمل کو آسان بنایا جائے، شادی خوبصورت بندھن ہے، کتنا مقدس رشتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اس رشتہ کو بنایا ہے ہمارے دین نے بر وقت شادی پر کتنا زور دیا ہے اور کتنا آسان طریقہ بتایا ہے مگر ہم نے افسوس! اس شادی کو، اس بندھن کو کتنا عذاب بنائے رکھ دیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سب کو عمل کی توفیق عنایت فرمائیں۔ (آمین)

تو شہ آختر

دسمبر 2018ء کا پہلا عشرہ اختتام کے قریب تھا جب برادر عزیز قاری عبد الودود صاحب نے کہا کہ منارہ سے اباجی کے جاننے والے افسوس کیلئے آ رہے ہیں، اس دفعہ دسمبر کی دھنڈلی صحیح اور اداش شاموں سے ہم پر سوگ سی کیفیت طاری تھی، دسمبر اپنے ساتھ جائزے کی خلک شامیں تج بتہ ہوائیں اور بہت سے دل کو گرمادینے والی یادیں لئے چلا آتا ہے، سال کے آخری مہینہ ہونے کے ناطے دسمبر ایک طرف جدائی اور بھر کا استعارہ ہے تو دوسری جانب نئے آنے والے سال کی امید بھی، اس مرتبہ دسمبر کا موسم ہمارے لئے اباجی کی جدائی اور فراق کی وجہ سے ہم پر اداسی اور غمگین یادوں کا ایک ایسا سمندر لایا ہے جس کے آنے سے دل بوجمل اور آٹھیں اداں ہیں۔

نماز مغرب کے وقت مہمانوں کی آمد ہوئی جن میں محمد احمد صاحب اسلام آباد سے طارق محمود صاحب چکوال سے، حامد حسین صاحب دھید وال سے اور مقامی ساٹھی خورشید حسین صاحب تھے۔ اور خادم خاص حضرت شیخ المکرم مولانا محمد اکرم اعوان صاحب رحمہ اللہ کے مجاز ماسٹر محمد خان صاحب، منارہ دارالعرفان سے نماز مغرب متصل بعد سب حضرات قبرستان چلے گئے اور ذکر مراقبہ کے بعد گھر تشریف لائے اور ماسٹر محمد خان صاحب کہنے لگے، اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر عطا فرمائے، اور آپ سب کو مبارک ہو، ہمارے پیارے ساتھی اور آپ کے والد صاحب پر سکون اور اچھی حالت میں یہ آپ سے بھی یہی درخواست ہے کہ آپ کے والد صاحب جو تو شہ لے کر گئے ہیں، آپ سب بھی اس کی تیاری کیلئے اپنے اباجی کے روحاںی مرکز سے جڑ جائیں اور آخرت کی تیاری کریں۔

ایک مرتبہ اباجی کے ساتھ تعزیت کرنے گیا، تو افسوس کے لئے آنے والوں کو فرمانے لگے ہمارے وڈے حضرت جی فرماتے تھے کہ دنیا میں انسان کا واسطہ

تین چیزوں کے ساتھ پڑتا ہے، مال، رشتہ دار اور نیک اعمال ان میں پہلی دو چیزوں صرف دنیا میں کام آتی ہیں اور تیسرا چیز دنیا اور آخرت دونوں میں کام آتی ہے وہ ”نیک اعمال“ یہی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے:-

مردے کے ساتھ قبر تک تین چیزوں جاتی ہیں ان میں دو چیزوں واپس آجائی ہیں اور اس کے ساتھ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ وہ ہے اس کا نیک عمل۔ وہاں باقی رہنے والا صرف نیک عمل ہے جو انسان کے کام آئے گا، ہر مصیبت اور بلا سے اس کو بچائے گا، دنیا کے ناز و نخرے، مال، اولاد، عیش و عشرت سب ختم ہونے والے میں صرف عمل باقی رہے گا جو آخرت کا تو شہ ہے۔

جب تک انسان میں روح ہوتی ہے، انسان زندہ ہوتا ہے، اس لئے اب اس کے پاس وقت ہے کہ تیاری کر کے آخرت کے لئے تو شہ تیار کرے ورنہ مرنے کے بعد کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال اور آخرت کا تو شہ تیار کرنے کی توفیق دیں۔ (آمین)

تو شہ کیا ہے؟ تو شہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور زاد راہ کو کہا جاتا ہے یعنی وہ چیز، وہ کھانا جو مسافر اپنے سات لے کر جاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرتا ہے تو اس کے لئے بھی تو شہ ہونا چاہیے، جو وہاں اس کے کام آئے وہ تو شہ ہے نیک اعمال۔ (رقم)

باب چہارم:.....

تعارف حضرت امیر الکرم محمد اکرم اعوان رحمہ اللہ

حضرت مولانا اللہ یار غان کے مالیہ ناز شاگرد حضرت امیر الکرم محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ تحریر و تقریر میں اپنی مثال آپ میں۔ آپ اعلیٰ پاتے کے مفسر قرآن میں۔ آپ نے تقریر ”اسرار التنزیل“ اور دوسری تقریر پنجابی میں ”رب دیاں گلاں“ اس انداز سے لکھی کہ پیغام الہی قاری کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے، سوئے ہوئے دلوں کو جلا دے یہ 40 سے زائد کتب کے مصنف میں۔ آپ نے اپنے شیخ حضرت مولانا اللہ یار غان سے 25 برس تک تربیت نفس کی تربیت حاصل کی اور فروری 1984ء میں اپنے مرشد کی وفات کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ اسلام آباد سے 150 کلومیٹر پچوال، کلکھاڑ خوشاپ روڈ پر دارالعرفان منارہ میں قیام پذیر میں اور ایمان و یقین اور الحیان قلب ایسی نعمت تجایت بانٹتے رہے اور ایک عالم نے ان سے فیض حاصل کیا۔ آپ کا فرمان ہے کہ میں آپ حضرات کی تربیت میں معمور صرف اللہ کا محتاج عاجز بندہ اور عام انسان ہوں۔

زندگی خوبصورت کیسے بننے گی؟

راہ حیات میں ہر شخص اس بات کا متممی ہے کہ اس کی زندگی خوبصورت ہو، تمام خواہشات پوری ہو جائیں ایک دم سب کچھ رنگینی دکھنے لگے، غم اور اداسی کے ساتے زندگی سے بہت دور چلے جائیں۔ پھر خوشیوں کا ایسا جہان آباد ہو کہ جہاں زوال کا شابہ بھی نہ آئے یہ سب خواہشات اپنی جگہ درست میں اس لئے کہ پر سکون رہنے کی تمنا اگرچہ باعث عار نہیں ہے لیکن خوبصورت زندگی کے حصول کیلئے راستے کا چنانہ ہماری اکثریت کا غلط ہے۔

اس سلسلے میں اباجی ہمیں اپنے شیخ الکرم کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر قرآن سے پوچھیں کہ زندگی خوبصورت کیسے بننے گی؟ اس کے لئے

کیا لائجھے عمل طے کرنا ہو گا تو بہترین اور کامل جواب ملتا ہے۔
ارشاد ہوتا ہے، ”جو کوئی نیک عمل کرے گا چاہے مسدہ ہو یا عورت ہم اس کو
پاکیزہ (خوبصورت زندگی) عطا فرمائیں گے۔“
کیا ہم نے اس نسخے پر عمل کیا جو خوبصورت زندگی کی اساس ہے، جو حیات
طیبہ کے حصول میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ختم کرنے والا ہے۔
ہمیں چاہیے کہ قرآن کریم کے اس نسخے پر عمل کرتے ہوئے اعمال صالحہ کا
اهتمام کریں تاکہ مالک کون و مکان ہمیں زندگی سے لطف اندوڑ ہونے کا موقع عطا
فرمادیں۔

اچھی اور بُری مجلس کا اثر

ایک مرتبہ ظہر کے قریب والد صاحب اوڈھروال میرے پاس آئے خیر و
عافیت دریافت فرمائی اور خاموشی سے بیٹھ گئے، میں نے عرض کیا، کہ کیا کوئی پریشانی
ہے فرمانے لگے پریشانی تو ہے آپ کا بڑا بینا سلگت خراب ہونے کی وجہ سے بگوتا
جارہا ہے، میں نے تو کافی سمجھایا اور حضرت شیخ المکرم کے ارشاد فرمائی ہوئی حدیث
پاک بھی سنائی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

کہ نیک اور بد ساتھی کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی
ہے مشک بیچنے والا تمہیں مشک دے گا یا تم اس سے خرید لو گے یا (کم از کم) یہ کہ
جب تک اس کے پاس رہو گو اچھی خوبشبو ملے گی، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو
تمہارے کپڑے جلا دے گا یا اس سے بد ملے گی۔

یہ اس وقت کی بات تھی جب میری پہلی اہلیہ انتقال کر چکی تھیں۔ یہ گاؤں
میں والدین کے ساتھ رہتا تھا، اور فرمانے لگے، اس وقت ہم جس ماحول میں رہ
رہے ہیں وہ بے حیائی فُش کاری کا ماحول ہے پھر اس کے پاس موبائل فون بھی

ہے اس سے اس پر کتنا غیر معمولی اثر پڑ رہا ہے اگر غلط صحبت اور ان چیزوں سے ہم نے اسے بچانے کی کوشش نہ کی یہ جو چیزیں آج ہمیں ابھی اور سہولت کی معلوم ہو رہی ہیں اگر ان کا استعمال فنکر اور ہوش مندی سے نہ کرایا گیا تو ہماری نئی نسل کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا لہذا ان چیزوں سے حفاظت و بچاؤ کی جو بھی ممکنہ کوشش ہو وہ کرنا نہایت ضروری ہے اباجی تو کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے۔

اب سوچتا ہوں کہ انسان کے لئے کتنا ضروری ہے کہ نیک لوگوں کا ساتھ اختیار کرنے کی بھرپور کوشش کرے کہ نیکوں کے ساتھ بروں کا اچھا بنا دیتا ہے، ایسے ہی جیسے بروں کا ساتھ اچھوں کو برا بنتا دیا ہے۔ اللہ والوں کا کہنا ہے کہ جو بھلے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا اس کو ان کی برکت حاصل ہو گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے ساتھ بیٹھنے والا محروم اور بد نصیب نہیں ہوتا۔

یہ ایک طشدہ بات ہے کہ انسان ماحول سے متاثر ہوتا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی مجالس میں حاضری تعمیر سیرت کے لئے ضروری ہے، یہ ممکن نہ ہو تو اللہ والوں کے حالات و ملفوظات پڑھنا بہت ضروری ہے۔

ولایت کی علامت

ایک مرتبہ اباجی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کیلئے اپنی "میں" کو مارنا پڑتا ہے قربانی اور انفاق کو اپنی ذات کا حصہ بنانا پڑتا ہے، پھر اپنے مرشد شیخ المکرم مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کا بیان کرده واقعہ سنایا:.....

کہ جنید بغدادی اپنے وقت کے نامی گرامی شاہی پہلوان تھے ان کا مقابلہ ایک دفعہ انتہائی کمزور خیف اور لا غرض شخص آگیا میدان تماشاگوں سے بھرا ہوا تھا بادشاہ اپنے پورے درباریوں کے ساتھ جنید بغدادی کا مقابلہ دیکھنے آچکا تھا، مقابلہ شروع ہونے سے پہلے وہ کمزور آدمی جنید بغدادی کے قریب آیا اور کہا دیکھو جنید! کچھ دنوں

بعد میری بیٹی کی شادی ہے میں انتہائی غریب اور مجبور ہوں اگر تم ہار گئے تو بادشاہ مجھے انعام و اکرام سے نوازے گا تو میں بیٹی کی شادی آسانی و سہولت سے کروں گا۔ لیکن اگر میں ہار گیا تو اپنی بیٹی کی شادی کا بندوبست کرنا میرے لئے مشکل ہو جائے گا مقابلہ ہوا اور جنید بغدادی ہار گئے بادشاہ کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا تو اس نے دوبارہ اور پھر سہہ بارہ مقابلہ کروایا اور تینوں دفعہ ہار جنید بغدادی کے حصے میں آئی۔ بادشاہ نے سخت غصے میں حکم دیا کہ جو بھی جائے وہ جنید بغدادی پر تھوڑتا ہوا جائے۔ چنانچہ جنید بغدادی کو میدان سے باہر جانے والے دروازے پر بٹھا دیا گیا اور تمام تماشائیوں کو حکم دیا گیا کہ جو جائے گا وہ جنید پر تھوڑتا ہوا جائے گا۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ کی انا خاک میں مل گئی لیکن ان کی ولایت کا فیصلہ قیامت تک کے لئے آسمانوں پر سنا دیا گیا۔ یاد رکھیں! ولی تو وہ ہوتا ہے جو لوگوں کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا کرے جو کسی کو جیتنے کے امنگ دے دے، کسی کے چہرے پر خوشیاں بخیر دے، جب کبھی بحث کا موقع آئے تو اپنی دلیل اور محبت کو روک کر سامنے والے کے دل کو ٹوٹنے سے بچائے، اس سے بڑا ابدال بھلا کون ہو گا۔

جو شخص فرائض کی پابندی کرتا ہو، کبائر سے اجتناب کرتا ہو، لوگوں کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا کرتا ہو، آپ مان لیں کہ اس سے بڑا ولی کوئی نہیں ہو سکتا، ولی کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ صاحب مال ہوتا ہے، نہ ماشی پر افسوس کرتا ہے اور نہ مستقبل سے خوفزدہ ہوتا ہے، اپنے حال پر خوش اور شکر گزار ہوتا ہے، جو اپنے سارے غمتوں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا کر دنیا کے غمتوں سے آزاد ہو جائے وہی وقت کا ولی ہے۔

یہود و نصاری سے دلی دوستی کو حرام

ایک دن کہنے لگے کہ میرے شیخ المکرم فرماتے ہیں کہ:.....
 قرآن حکیم نے یہود و نصاری سے دلی دوستی کو حرام قرار دیا ہے لیکن مسلمانوں
 نے یہود و نصاری سے دلی دوستی کر لی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ شانہ کی نافرمانی مسلمانوں
 کو وہاں لے گئی جہاں یہود و نصاری نے ان پر سواری شروع کر دی۔ اور حضرت فرمایا
 کرتے تھے کفار و مشرکین اور یہود و نصاری سے دنیاوی امور میں اس حد تک تعلقات
 رکھے جاسکتے ہیں جہاں تک وہ دین پر اثر انداز نہ ہوں۔

نفس ایمان اور کمال ایمان

زندگی سفروں سے بھر پور ہے اور اسفار کا سلسلہ جاری و ساری ہے، کبھی افراد کا
 سفر آخرت کی جانب ہو رہا ہے اور کبھی اس دنیا میں اپنی مختلف اغراض کی بنیاد پر سفر
 جاری رکھے ہوئے ہیں، یہیں بھی بارہا ابا جان با مقصد سفر پر لے جاتے، کبھی چکوالہ،
 کبھی لنگر مخدوم اور زیادہ تر جمعہ کے دن منارہ حضرت شیخ المکرم کے بیان سنوانے
 کیلئے لے جاتے اللہ تعالیٰ ان پر حرم فرمائے اور غریل رحمت کرے بیشتر وقت ہماری
 اصلاح کی فنکر میں رہتے، جب ہم دار العرفان میں داخل ہوتے چیک اپ اور
 اندر اراج کرانے کے بعد لنگر خانے کا وقت ہوتا تو ہم لنگر خانے جاتے، کھانا کھانے
 کے لئے، یہ کوئی معیوب بات بھی نہیں ہے کھانے کے لئے ہی ہر انسان ٹگ و ڈو
 کرتا ہے، محنت کر کے رات دن ایک کر دیتا ہے، ساری بھاگ دوڑ بھوک مٹانے
 اور پیٹ بھر کر کھانے کی ہے، اقتدار کی جدوجہد ہو یا روٹی کی دونوں کے لئے خوب
 ہاتھ پیر مارنے پڑتے ہیں، اقتدار نہ ملے تو گزارا ہو سکتا ہے مگر پانچ چھ گھنٹے روٹی نہ
 ملے تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے، زمانے کے انداز بدل گئے ہیں مگر کھانے کے انداز
 اب بھی جوں کے توں ہیں، جو نہی کھانا سامنے آتا ہے، نظریں ہاتھ اور پسلیاں پھڑ کتے

لگتی ہیں میں اتنی آئے راں کہ تر ہو جائے رومال، بھر کیف! ہم اور قاری عبد الشکور اور عبد المنان اور والد صاحب کے ساتھ لنگر کا کھانا کھا رہے تھے، قاری صاحب ایک دفعہ سالن ختم کر چکے تو دوسری دفعہ منگوایا ابا جان نے انہیں خشیگین نگاہ سے دیکھا اور جب تیسرا دفعہ سالن لینے کی تیاری کی تو والد صاحب نے کہا پیٹا عبد الشکور لنگر خانے کا کھانا برکت کے لئے کھاتے ہیں، پیٹ بھرنے کے لئے نہیں، قاری صاحب نے کہا ابا جی میں بھی برکت ہی کے لئے منگوارہا ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ برکت کٹھی ہو جائے، ابا جی نے کہا بھرا پیٹ شیطان کا احکاڑا ہے، پیٹ کو شیطان کا احکاڑا نہ بناؤ، جلدی کرو، حضرت کا بیان شروع ہونے والا ہے، وضو غیرہ بنا کر مسجد میں جاؤ۔

جب وضو بنا کر مسجد میں داخل ہوتے تو حضرت کا بیان شروع تھا اور وہ فرماتے تھے:

نفس ایمان تو سب کو حاصل ہے، کمال ایمان یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ طالب رضاۓ باری رہے اللہ سے اللہ کو ہی مانگے غیر اللہ پر نگاہ نہ پڑے اور ایمان ایک نور ہے جو قلب میں پیدا ہوتا ہے اور کفر وہ ظلمت ہے جو قلب پر چھا جاتی ہے۔
اسی طرح ایک اور ارشاد یاد پڑتا ہے کہ حضرت نے فرمایا تھا:.....

مجبت و غلوص صرف اور صرف دین اسلام کی برکات سے ہے، مجبت اغراض سے پاک ہوتی ہے، اسی لئے حقیقی مجبت اللہ ہی کہلئے ہوتی ہے اور جہاں لوگوں سے تعزت اللہ تعالیٰ جل شانہ کہلئے ہو وہاں کوئی تفرقہ نہیں ہوتا۔

واپسی پر میں سوچ رہا تھا کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ ک ک ایسے نیک بندے ہوتے ہیں جن کا وجود لوگوں کی مجبت و انجذاب کا مرکز ہوتا ہے، جس طرح بینائی رکھنے والا دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے، اسی طرح علمائے ربانی اعلان حق پر مجبور ہوتے ہیں اور بیان حق کا قدرتی غاصہ یہ ہے کہ دلوں میں گھر کر لے اور ہر طرف سے انسانوں کو

اپنی جانب کھینچ لے، ایک داعی حق اگر لوگوں سے کہہ بھی دے کے میرے پچھے مت آؤ تب بھی لوگ اس کی محبت کا دم بھریں گے، بذب و انجداب کا طریقہ قانون الی ہے اگر لوہا مقناطیس کی جانب کھینچتاے تو اس میں مقناطیس کا کیا قصور؟ یہ کیفیت زمین والوں پر موقف نہیں بلکہ ایسے داعیان حق کی محبت کی اسمانوں میں بھی گونج ہوتی ہے۔

تذکیہ ہی مدارِ فلاح ہے
اباجی فرمائے گئے کہ حضرت شیخ المکرم نے فرمایا ہے کہ قرآن حکیم نے تذکیہ ہی کو مدارِ فلاح و نجات قرار دیا ہے، اور تذکیہ کا ذریعہ ذکر الہی قبی ہے۔

صاحبزادگان کے انوکھے شوق

ایک رات نماز عشاء کے بعد سب سے چھوٹے بھائی کو اباجی فضول خسرچی سے پرہیز پر سمجھا رہے تھے کہ اپنا روپیہ بیس سوچ مصرف پر خرچ کرو، اور فلاح فلاں سے تمہاری دوستی ہے ان سے بچو وہ تمہارے دوست اچھے نہیں میں، میں نے آج ہی حضرت شیخ المکرم سے سنا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جو مال اللہ نے دیا ہے اس کو غنیمت سمجھو قبل اس کے وہ مال تم سے چھین لیا جائے۔ اور ساتھ ہی حضرت نے یہ واقعہ بھی سنایا ہے کہ ڈھاکہ میں ایک نواب صاحب تھے بہت مالدار تھے جب وہ فوت ہوئے تو بہت سا مال و دولت چھوڑ کر گئے، ان کے پچھے ان کے وارث صرف ایک بیٹا اور بیٹی تھے وہ ہر وقت تکبر اور غرور میں مست رہتے تھے۔

ایک دفعہ نواب کے بیٹے کو ماچیں جلانے کی ضرورت پڑ گئی، جب تیسیلی کو ماچش پر رگڑا تیسیلی جل گئی اور اس میں سے جو بوٹکی وہ صاحب زادے کے دل کو بھاگی، چنانچہ اس کے بعد صبح سے شام تک اس کا یہی مشغله بن گیا ہر وقت تیسیلیاں جلا

جلہ کر بُو سونگھی جا رہی ہے اور حظ لیا جا رہا اور اس میں روپیہ پیسہ بر باد ہو رہا ہے۔
 اسی طرح صاحزادی ایک مرتبہ بازار گئیں اور کپڑا خسیداً دو کادر نے قینچی
 سے کٹ لگا کر کپڑے کو پھاڑا، اور یہ کپڑا پھارنے کی آواز صاحب زادی کو پسند
 آگئی۔ اب صاحزادی نے گھر واپس آ کر صبح سے شام تک کپڑوں کے تھان ملنگا ملنگا
 کر کپڑے پھاڑے جا رہے ہیں، تھان کے تھان ملنگا تین اور ان کو اپنے سامنے
 پھردا تین اور اس کی آواز سن کر خوش ہوتیں، آخر تبھے یہ ہوا کہ ساری دولت انہی دو
 مشغول میں ختم ہو گئی اور بعد میں یہ دونوں بھیکے کا پیالہ لے کر در در مانگتے
 پھرتے تھے اس لئے بیٹھے ہوش کے ناخ لوہیاں تو وہ بات بھی نہیں ہے میں بھی
 غریب ہو اور تم بھی غریب ہو، جس کے ساتھ تیسرا لین دین ہے وہ ادائیگی کر کے
 سرخو ہو جاؤ مجھے تب خوشی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ تیرا حامی و ناصر ہو۔

اللہ والوں سے اصلاحی تعلق کے فوائد و برکات

ایک دفعہ والد صاحب اپنے سلسلہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کیلئے جا
 رہے تھے اور راقم بھی ساتھ ہی تھا کہنے لگے کہ حضرت شیخ المکرم فرماتے ہیں کہ اس
 پر قلن دور میں ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر
 اللہ اللہ سیکھ لے کیونکہ اپنی اصلاح و روحانی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ کسی متنب
 سنت شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کر کے باقاعدہ ان کی صحبت اختیار کی جائے، صحبت کی
 برکت سے اخلاص و لہیت، ادب و احترام، تواضع و انکساری، خدمت و تعاون، ایثار و
 قربانی جیسے فضائل اور ریا عجب، حد بعض، کینہ و تکبر، بد نظری، بد کداری جب دنیا
 خود غرضی جیسے رذائل سے اجتناب ہو جاتا ہے اور کہا میں نے آج تک ایک بھی
 ایسی شخصیت نہیں دیکھی جو مدرسوں میں پڑھی ہو اور بغیر صحبت شیخ اسے یہ صفات
 حاصل ہوئی ہوں، اس کے بر عکس ایسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، جنہوں نے

مدرسہ کا منہ تک نہیں دیکھا لیکن صحبت اولیاء و صلحاء کی برکت سے معرفت الہیہ اور صحبت رسول اللہ ﷺ سے مالا مال ہوتے۔

ابا جی کی باتیں اب یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اسی لئے ہمارے اکابر میں ایک شخصیت بھی ایسی نہیں جو کسی متبوع شیخ کامل سے اجازت یافتہ نہ ہو، علماء سے سنا ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند کا چونکیدار اور خاکروپ بھی صاحب نسبت ہوا کرتا تھا اخیر شب میں دارالعلوم کے درو دیوار ذکر الٰہی اور گرگیہ وزاری سے گوئی اٹھتے تھے، ذکر الٰہی نہ صرف برکات و رحمتوں کا ذریعہ ہوتا ہے بلکہ اس کی برکت سے فتنے بھی مسدود رہتے ہیں۔ واضح رہے کہ بیعت سلسلہ تصوف مقصود اصلی نہیں ہے، مقصد اصلی تو ”اصلاح نفس اور تزکیہ“ ہے تصوف و سلوک اس کا ذریعہ ہے اگر یہ مقصد بغیر سلوک کے حاصل ہو جائے تو مقصد حاصل نہ ہو۔

اہل و عیال کا فتنہ

نماز عشاء کے بعد والد صاحب کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے، انہوں نے ذکر کرنا تھا کہ ان کی چھوٹی بھوئے نے کہا کہ وہ (میرے چھوٹے بھائی صاحب) ابھی تک نہیں آئے اور ان کا موبائل فون بھی بند جا رہا ہے تو ابا جی نے مجھ سے فرمایا کہ اس کے دوستوں سے فون کر کے پتہ کرو، مجھے جہاں جہاں امید تھی کہ وہاں ہوں گے سب جگہ معلوم کر کے ان کے دستیاب نہ ہونے کی والد صاحب کو خبر کر دی اُدھر بھر جائی بہت پریشان ہو رہی تھی والد صاحب نے گاڑی نکالی اور مجھے حکم دیا کہ ساتھ چلو، ہمارے ساتھ میرا چھوٹا بیٹا عزیزم محمد اویس بھی چل دیا چکوال میں دو تین جگہ معلوم کیا آخر تیری جگہ وہ دستیاب ہو گئے وہاں وہ موبائل بند کر کے سورہ ہے تھے، مجھے والد صاحب گاڑی میں بٹھا کر محمد اویس کے ساتھ گئے، ابا جی واپس آئے تو خاموشی سے بیٹھ گئے اور واپس چلنے کو کہا، میں ان سے پوچھا تو ابا جی نے جواب

نہیں دیا اور خاموش رہے محمد اویس نے مجھے بتایا کہ چاچوں نے باباجی کے ساتھ تجھ کلامی سے پیش آئے میں الفاظ دیگرے بد تمیزی کی ہے، راقم گاؤں کیلئے چپل دینے، راستے کی طرف گیا خوب کھری کھری سا کر آگیا، اور واپس گاؤں کیلئے چپل دینے، میں سب خاموش تھے باباجی بولے حضرت شیخ المکرم نے چج فرمایا ہے کہ آدمی کی بلاکت و بر بادی اس کی بیوی اور اولاد سے ہو گی۔ شاید ان کے شیخ کا شارہ مذکورہ حدیث کی طرف ہوا اشارہ ہو:.....

”حضرت ابن مسعود و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو بلاکت اس کی بی بی اور ماں، باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہو گی کہ یہ لوگ اس شخص کو ناداری سے مار دلائیں گے اور ایسی باتوں کی فرمائش کریں گے جن کو یہ اٹھانہ سکے گا، سو یہ ایسے کاموں میں گھس جاوے گا جس سے اس کا دین جاتا رہے گا اور یہ بر باد ہو جائے گا۔ (یقینی، حیوة مسلمین)

الغرض! ہمارے گھر پہنچنے کے آدھے گھنٹے بعد وہ بھائی صاحب بھی پہنچ گئے ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا، سیدھے میرے کمرے میں آئے اور کہا کہ باباجی سے معافی دلوادیں، میں نے کہا میرا جانا ٹھیک نہیں آپ خود جائیں اور پاؤں پڑ جائیں اور دل سے معافی مانگیں وہ معاف کر دیں گے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے انہوں نے ایسا ہی کیا“ اور ان کو والد صاحب نے معاف فرمادیا۔

مقصد تخلیق اور وقت کی قدر و قیمت

ایک مرتبہ راقم نے مدرسہ چھوڑ دیا اور گھر والدہ کو کہا کہ مجھ سے حفظ نہیں ہوتا، والدہ نے بڑا سمجھایا اور دادی صاحبہ نے بڑے ترے لئے کہے کہ ایسا نہ کرو، آخر میں والد صاحب کو علم ہوا، تو فرمایا بیٹا ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کی پیدائش کا مقصد ہی

دنیا کو غلط راستے سے بٹا کر سیدھا راستہ دکھانا ہے ہم اس دنیا میں دین سے دور لوگوں
کو پداشت کی طرف بلانے کیلئے مجھے گئے ہیں۔

میں نے حضرت شیخ الْکرم سے حدیث سنی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا
کہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے یا پڑھائے پھر بھی اگر تم نے نہیں
پڑھنا صحیح تک مجھے بتا دوتا کہ میں تمہیں کسی کام لکھ دوں میں تجوہ کو فضول وقت نمائ
نہیں کرنے دوں گا۔ یہ وقت تیرے ہاتھ سے چلا گیا تو پھر تو پچھتائے گا۔

اب ابا جی کی باتیں یاد آتی ہیں تو نہایت افسوس ہوتا ہے جو فرمایا نبی پاک
ﷺ نے کہ اس شخص کا اسلام سب سے اچھا ہے جو اپنے اوقات کو یا یعنی کاموں
میں خالص نہیں کرتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے اہم ترین وقت ہے کیونکہ جو ایک
تو دنیا کا وقت بہت کم ہے سو برس کی زندگی ملنے تب بھی پچاس ہزار سال والے
روز قیامت سے موازنہ کرتے ہوئے اس سو سالہ زندگی کا تقابل قسم یا 17 بیکنڈ بتا
ہے، یقیناً یہ عمر بہت مختصر ہے، دوسرا 17 بیکنڈ ملنا بھی غیر یقینی ہے، کسی انسان سے
کسی متعین مدت کا وعدہ نہیں کیا گیا بلکہ اسے تلقین کی گئی کہ ہر آن پہ خطرہ محوس کرتا
رہے شاید اسی لمحہ وقت کی دولت چھن کر حیات دنیا تمام ہو جائے اسی وجہ سے رسول
اللہ! ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ”جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو ایسے پڑھیں جیسے
دنیا سے رخصت ہو رہے ہوں۔“ ان دو وجوہات کے ساتھ وقت دنیا کی دیگر نعمتوں کا
موازنہ کرتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دنیا دیگر نعمتیں مال و دولت صحت وغیرہ
ختم ہونے کے باوجود دوبارہ مل سکتی ہے، انسان غربت کا مزہ چھکنے کے بعد پھر
سے مالدار بن سکتا ہے، لیکن وقت کا ایک لمحہ بھی گزارنے کے بعد اسے کبھی واپس نہیں
لا سکتا۔ اللہ رکیم ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

محنت اور ایمانداری

میرا سب سے چھوٹا بھائی جب ایکس ایل آئی کار بطور ڈرائیور چلانے لگا تو والد صاحب نے اسے مندرجہ ذیل نصیحتیں کیں:.....

(۱)..... پیٹا محنت، محنت اور خوب محنت کرو۔

(۲)..... ایمانداری اختیار کرو۔

اور فرمایا میرے حضرت شیخ المکرم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایمانداری چار عادتوں کا مجموعہ ہے۔

وہ دے کی پابندی، جھوٹ سے نفرت، زبان پر قائم رہنا اور اپنی غسلتی کا اعتراف کرنا۔

اس نے ایمانداری کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لو، وعدہ کرو تو پورا کرو، جھوٹ کسی قیمت پر نہ بولو، زبان سے اگر کسی کے ساتھ معابدہ وغیرہ کیا ہے تو اس پر ہمیشہ قائم رہو اور ہمیشہ اپنی غسلتی و کوتائی کا آگے بڑھ کر اعتراف کرو تو تم ایماندار ہو جاؤ گے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اباجی کے ان نصیحتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دیں واقعی محنت اور جفا کشی عام سے عام انسان کو بھی عظیم انسان بنا دیتی ہے کامیابی کا سفر ہمیشہ محنت، مشقت حوصلہ اور عزم کے ساتھ ہے نہ کہ پیسوں کے ساتھ۔ بڑی شخصیت بننے کیلئے نہ تو پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی بڑے باپ کے بیٹا ہونے کی، بلکہ محنت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہے تاریخ کے اوراق میں بے شمار لوگوں کی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ جو پہلے غریب تھے پھر وہ محنت کے بل بوتے پر کیسے ترقی کرتے گئے اور ایک دن عظیم شخصیت بن کر ابھرے۔

آج اگر ہم محنت کرنے کا فیصلہ کر لیں تو کوئی چیز بھی رکاوٹ نہیں بن سکتی، اگر ہم خود ہی حوصلہ ہار جائیں تو پھر چاہے سارے جہاں کا علم بھی ہمارے پاس ہو تو وہ ہمارے کسی کام نہیں آ سکتا، ہمیشہ مثبت سوچتے ہوئے اور پڑا امید رہتے ہوئے

محنت کو اپنا شعار بنالیں پھر دنیا ہمارے آگے سر تسلیم خم کر دے گی۔
 آج ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو باعث عار سمجھتے ہیں
 حالانکہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کے امتی میں جتنے بھی کامیاب لوگ گزرے میں ان سب کا
 موت کرتے تھے۔ اس جہاں میں جتنے بھی کامیاب لوگ گزرے میں ان سب کا
 مقام محنت کے سبب ہی ہے ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بلٹھنے سے تقدیر نہیں بدلتی بلکہ محنت
 اور محنت سے بدلا کرتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہی قوموں کو عروج بخشا ہے جن
 میں ترقی کی خواہش ہوتی ہے۔

مثبت اور منفی سوچ

والد محترم اپنے حضرت شیخ المکرم کے حوالے سے فرماتے تھے کہ انہوں نے
 ایک بیان میں کہا تھا کہ: مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری اصل بستی
 تمہاری سوچ ہے باقی صرف ڈیاں اور خالی گوشت ہے، پھر انہوں نے تشریح کے
 طور پر یہ کہا کبھی ہم نے غور کیا ہے کہ ذہن میں پیدا ہونے والی سوچ کے دورخ
 یں، مثبت اور منفی۔ مثبت سوچ پیغمبر ان طریقہ ہے جب کہ منفی سوچ شیطانی طرز فنکر
 ہے، پیغمبر ان سنت کا حامل جلد ہی ماحول کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ زندگیوں میں
 انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ لوگ اس کی کامیابیوں پر عش کر اٹھتے ہیں وہ فرد بن
 کر نہیں امت بن کر جیتا ہے، اسے تنہائی کا احساس ہی نہیں ہوتا وہ تو حلوت میں بھی
 جلوت کے مزے لوٹتا ہے اور تنہائی کو اپنے وزن میں معادن سمجھتا ہے۔

دین نام ہے اتباع رسالت ﷺ کا

جب فاروقیہ مسجد راقم مدرس تھا ایک جمعرات کاؤں گیا ہوا تھا، واپسی پر با
 جی کچھ رقم مانگی اور کہا ابھی مشاہرہ نہیں ملا ورنہ آپ کو زحمت نہ دیتا اباجی نے کہا
 کوئی بات نہیں۔ بیٹا میرے حالات اجازت نہیں دیتے ورنہ میں تم کو تجوہ لینے ہی نہ

دیتا تم دین کا کام فی سبیل اللہ کرتے میرے شخ المکرم فرماتے ہیں کہ اگر دین بیان کرنے والے لوگ خود لوگوں کے محتاج ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا دین صحیح طور پر بیان نہیں کر سکیں گے، انہیں وہ باتیں کہنی پڑیں گی جو لوگوں کو پسند ہوں اور ایک موقع پر فرمایا: دین نام ہے اتباع رسالت ﷺ کا، جہاں کوئی حضور اکرم ﷺ کی اتباع سے نکلا، وہاں وہ دین سے بھی نکل گیا۔

غلط بیانی اور مبالغہ آرائی

ایک مرتبہ میرے ایک بھائی کا اپنے شاگرد سے کسی بات پر اختلاف ہو گیا وہ بھی کسی اور کی باتیں سن کر۔ اور وہ بھکر کی سائیڈ کا تھا۔ بھائی نے اس کو گھر والوں کو مبالغہ آرائی سے اور بات کو بڑھا چڑھا کر اس کے گوش گزار کر دیں۔ بھائی کا شاگرد جب شام کو گھر آیا تو اباجی نے پوچھا کیوں خاموش ہو اور کیا پریشانی ہے پہلے تو وہ خاموش رہا اور کہا نہیں چاچو ایسی کوئی بات نہیں جب والد صاحب نے اصرار کیا تو اس نے کہا کہ بھائی نے میرے گھر فون کر کے میرے خلاف باتیں کر کے میرے والدین کو پریشان کر دیا، والد صاحب نے اسی وقت اسے کہا اپنے والدین سے میری بات کرواؤ، اس نے فون ملا دیا۔ اباجی نے ان کو تسلی دی۔

جب بھائی گھر آیا تو والد صاحب نے اس کو کہا کہ تمہاری ایک غلط بیانی سے اس کے والدین اس کے ماں باپ سخت پریشان ہیں، اس نے اپنا گھر بار چھوڑا ہوا ہے تاکہ تجھ سے کچھ بکھر لے اور یہ تیرا مہمان ہے اس بات کا خیال کیا کر، اگر آپس میں کچھ اوقیع نیچ ہو بھی جائے تو بیٹھ کر اس کو سمجھا دیا کرو یہ نہیں کہ دوسرے ضلع میں اس بیچارے کے والدین کو پریشان کرو، ہمیں خود احاسس بھی نہیں ہوتا کہ ہم جو کچھ بکھر رہے ہیں کسی کے لئے پریشانی کا باعث بھی ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارا دین بھی ہمیں درس دیتا ہے کہ پہلے تو لو اور پھر بلو یہی

عقلمندوں اور حکماء کا شیوه بھی ہے۔

حضرت شیخ المکرم نے ایک بیان کہا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے زیادہ بہتر اور اچھا انسان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

اباجی کی باتوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جب تک کسی بات کی مکمل تحقیقی نہ ہو اسے آگے نقل کرنا نہایت نامناسب امر ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ جو بات وہ سنے (بالتحقیق کے) لوگوں میں پھیلانا شروع کر دے۔

عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے کہ ”زبان جسم کے اعتبار سے بہت چھوٹی ہے لیکن اس کا گناہ اور اثر بہت زیادہ اور گھرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض منہ پھٹ قسم کے لوگ جو دل میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں ان کو مخاطب کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کس حالت میں ہے میری باہر چھوٹی سی بات ان کے زخم پر نمک پاشی تو نہیں کرے گی، ہماری ایک ہی بے تکلی بات سے کوئی اپنی عربت، مال و جان سے ہاتھ دھو سکتا ہے اور پھر اسکے لئے خود بھی و بال کا باعث بن سکتا ہے اس کو اپنی بہت سی باتوں پر بعد میں پیشمانی ہوتی ہے لیکن تک تک تیر کمان سے نکل چکا ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف میٹھا اور شیریں زبان ولہجہ لوگوں کے دل جنتے کا ذریعہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”خوش قسمت ہے وہ شخص جو زبان کو قابو میں رکھے گھر تک محدود رہے اور اپنے گناہوں پر روتے۔“ (ابو داؤد)

اللہ کا دوست بننے کا راز

ایک مرتبہ والد صاحب کے ساتھ بیٹھ کے باہر بیٹھا ہوا تھا ایک فقیر بزر چنے والی بڑی سے مala گلے میں ڈالے ہوئے گزارا جو کہ بھی نہ بھی ہمارے گاؤں

میں تھرپال کی طرف سے آتا ہے میں نے اباجی سے پوچھا کہ ایسے پیروں فقیروں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں اباجی کچھ لمحے توقف کر کے فرمانے لگے کہ دل کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن ہمارے حضرت شیخ المکرم فرماتے ہیں کہ ہم سب ولی اللہ یعنی اور اللہ کے ولیوں کو ڈھونڈنے میں در بذریل و خوار ہوتے ہیں ہم صححتے ہیں کہ ہمیں مشکل ترین ریاضتوں، مشقتوں اور مراقبوں سے گزرنما پڑے گا ساری ساری رات نوافل میں گزارنی پڑے گی یا شاید گلے میں شیخ ڈال کر میلے پھیلے کپڑے پہن کر اللہ ہو کی صدائیں لگانا پڑیں گی تب ہم ولی اللہ کے درجے پر پہنچ جائیں گے، آپ کمال ملاحظ کریں کہ ہماری آدمی سے زیادہ قوم بھی انہی جیسوں کو ”پہنچا“ ہوا صححتی ہے جو انبار میں حرکتیں کرتا نظر آئے یا جو رومال میں سے کبوتر نکال دے یا عاشق کو آپ کے قدموں میں ڈال دے۔

اللہ کا دوست یعنی کہنے تو صرف اپنی انا کو مارنا پڑتا ہے۔ قربانی، ایشار اور اتفاق کو اپنی ذات کا حصہ بنانا پڑتا ہے۔ اور جو شخص فرائض کی پابندی کرتا ہو، کبائر سے اجتناب کرتا ہو لوگوں کی زندگیوں میں آسانی پیدا کرتا ہو آپ مان لیں کہ اس سے بڑا ولی کوئی نہیں ہو سکتا۔

لوگ خود کسب کر کے عذاب کماتے ہیں

ایک مرتبہ ہمارے گاؤں میں باہر سے ایک بارات آئی ہوئی تھی ڈھول باجوں کے ساتھ، جب واپس جانے لگی ڈھولک اور پٹاخوں کے ساتھ اس وقت عصر یا مغرب کی اذان ہو رہی تھی پٹانے پھیلنکنے والے کے ہاتھ میں ہی پٹانہ پھٹ گیا اور یک دم ہی ڈھول بجنا بھی بند ہو گیا نماز کے بعد اباجی کو کسی نے سارا حصہ سنایا۔ انہوں کہا:.....

میرے شیخ المکرم نے سچ ہی فرمایا تھا کہ ذات باری تعالیٰ کسی پر خواہ مخواہ عذاب

سلط نہیں فرماتی بلکہ لوگ خود کسب کر کے عذاب کماتے ہیں۔ اے کاش! جو کوش
و محنت جہنم میں داخل ہونے کی جاتی ہے وہ حصول قرب الٰہی کے لئے کی جاتی۔
اور فرمایا:..... میرے شخ فرماتے تھے اپنے نفع و نقصان کی فکر ہونہ ہو ہے سر
مسلمان کو کم از کم یہ احساس ضرور ہونا چاہیے کہ وہ ایسا ہے رسول اللہ ﷺ
سے پچے۔☆..... اگر معاشرہ درست کرنا ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ کو درست
کریں۔☆..... جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کا قرش ہے کہ مخلوق کے حقوق
کی پاسداری کرے۔☆..... خلوص سے کام کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ خود حفاظت فرماتا
ہے۔☆..... برا حکمران فرد نہیں عذاب الٰہی ہوتا ہے برے حکمران کو ہتنا دینا اصلاح
نہیں اپنے کردار کی اصلاح اصل علاج ہے۔

باب پنجم:.....

تعارف حافظ عبد الرزاق صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا اللہ یار غان کے محبوب فیض یافتہ پروفیسر حافظ عبد الرزاق ایم اے آپ کئی درجہ کتب کے مصنف ہیں۔ آپ نے اپنے شیخ حضرت مولانا اللہ یار غان رحمہ اللہ کے حکم سے پہلی ستاب دلائل السلوک مرتب کی پھر افادات شیخ سے لے کر ترکیبہ باطن اور عقائد کی درگی تک کسی بھی عنوان پر وہ قلم زندگی بھر نہیں رکا تھا کہ پچانوے سال کی عمر تک اس قلم نے لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ حضرت حافظ صاحب کا آبائی ٹون چکوال کے مغرب میں تین میل کے فاصلے پر ایک گاؤں اوڈھروال سے ہے آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ حافظ محمد طیف صاحب رحمہ اللہ گیارہویں صدی ہجری میں موضع جمامرہ سے اوڈھروال آئے دس قرآن کریم دینا شروع کیا جو ان کے اتنا باوا عبد الشکور رحمہ اللہ نے شروع کیا تھا۔ حافظ محمد طیف صاحب کی پانچیں پشت میں حافظ صاحب کے دادا جان حافظ برهان الدین رحمہ اللہ معلم بنے تو انہوں نے یہ درس و تدریس کا سلسلہ 60 برس تک جاری رکھا۔ ان کے دو بیٹے تھے حافظ صابر الدین جو آپ کے تالیا تھے اور حافظ احمد الدین جو حضرت حافظ کے والد تھے یہ اوڈھروال کا درس دور تک مشہور ہوا۔ سیکڑوں آدمیوں نے اس سے قرآن کریم حفظ کیا۔ چکوال کے قریب موضع کھوکھر زیر سے ایک وفد حافظ صاحب کے والد صاحب کو کھوکھر زیر پہنچ دیا۔ وہاں انہوں نے درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا۔ حضرت حافظ صاحب کی پیدائش کھوکھر زیر میں 1331ھ میں ہوئی۔

نماز بے حیائی سے کیوں نہیں روکتی

ایک رات میں پروفیسر حافظ عبد الشکور صاحب کا خطبہ لکھ رہا تھا اور والد صاحب پاس بیٹھے تھے تو پروفیسر صاحب کے متعلق پوچھا کہ کیسا حال ہے؟ میں نے

کہا ٹھیک ہیں پھر اباجی پروفیسر صاحب کے والد مولانا عبد الرزاق رحمہ اللہ کا ایک واقعہ سنانے لگے، کہ ہم حافظ صاحب کے پاس بیٹھ ہوتے تھے تو ایک نوجوان نے سوال کیا:

کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ”نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔“ مگر ہم دیکھتے ہیں بڑے بڑے نمازوں بھی بے حیائی اور برائی کے کام بڑی ڈھنائی سے کرتے ہیں مجھے لیقین ہے کہ اللہ کی بات تو غلط نہیں ہو سکتی تو پھر اس کی وجہ کیا ہے مجھے سمجھا دیں تو مہربانی ہو گی۔ حضرت حافظ صاحب نے کہا نماز تو روکتی ہے مگر ہم رکھتے نہیں نمازوں کی بریک تو نہیں کہ ادھر پڑھی اور ادھر پہنچیہ جام ہو گیا۔ دیکھو نماز کیسے روکتی ہے؟ ہر نمازی عشاء کی نماز میں اللہ سے وعدہ کرتا ہے وخلع و نترک من یلبرک یعنی جو تیرانا فرمان ہے میرا اس سے بایکاٹ، لیکن صحیح سوریے جب اٹھتا ہے تو دن بھر انہی لچے لفٹنگوں سے دوستی، اب بتاؤ نماز کیا کرے نماز نے تو روکنے کا اہتمام کیا ہے مگر وہ رکتا ہی نہیں پھر ہماری نمازوں بھی تو خشوع و خسوع سے غالی یہ زبان سے کلمات ادا ہو رہے ہیں جیسے ٹیپ ریکارڈ پر ٹیپ چل رہی ہے دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے، ذہن کچھ سوچ رہا ہے اور دماغ کچھ اور پروگرام بنارہا ہے اس لئے ہماری نمازوں ہمیں برائیوں سے کیسے روکیں یہی کیا کم ہے کہ ہماری حاضری لگ جائے اور سزا سے بچ جائیں، اللہ پاک ہماری نمازوں کو صحیح بنا دیں۔ (ایمن)

حلف نامہ

ایک اور موقعہ پر حضرت حافظ صاحب کے بارے میں کہا کہ آزادی کے فرا بعده گورنمنٹ ملازمت میں سے ایک حلف نامہ لیا گیا تھا حافظ صاحب ایک ٹپھر تھے ان سے بھی یہ حلف نامہ لیا گیا کہ میں پاکستان کے آئین اور دستور کا پابند اور وفا دار رہوں گا۔

حافظ صاحب نے اس میں یہ اضافہ کر دیا کہ اگر وہ اسلام کے خلاف نہ ہوا تو جب یہ حلف نامہ I DPI آپس لاہور میں پہنچا تو انہوں نے حافظ صاحب کو طلب کر لیا DPI نے پوچھا آپ نے یہ کیوں لکھا ہے؟ حافظ صاحب نے کہا میں الحمد لله مسلمان ہوں اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر عہد کر چکا ہوں کہ میں تیرا اور تیرے بنی کا وفادار اور پابند رہوں گا۔ اگر اللہ رب العزت کا قانون اور پاکستان کا قانون متصادم ہوں گے تو مجھے لازماً ایک ہی کو اختیار کرنا ہو گا اور میں اللہ تعالیٰ کے قانون کو پاکستان کے قانون پر ترجیح دوں گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم الفاظ حذف کرنے کیلئے تیار نہیں ہو؟ حضرت حافظ صاحب نے کہا کہ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں اسلام چھوڑ دوں جو ممکن نہیں ہے۔ تو DPI نے کہا اچھا آپ جائیے۔

دارٹھی کا معتمد

اس طرح حضرت حافظ صاحب کا واقعہ نایا کہ ان کے ایک میڈیکل آفیسر کے ساتھ دو تارہ مراسم تھے، انہوں نے سب مقامی افسروں کو چائے پر بلایا اور حضرت حافظ صاحب کو بھی دعوت دی اور کہا کہ آپ نے ضرور آنا ہے حضرت حافظ صاحب نے کہا کہ مجھے ان بڑے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے کے خاص آداب و طور طریقے نہیں آتے میں ان سے واقف ہوں، اس لئے میری معذرت ہے میں نہیں آسکوں گا۔ انہوں نے آنے کی تکمیل سے تاکید کی، شام کو جب پہنچا تو سب مہمان آئے ہوئے تھے اور سب ہی ایک ہی وضع قفع کے یعنی سب کے سب دارٹھی منڈے اور میں چہرے پر قرارداد مقاصد لگائے پہنچا تو سب مجھے گھورنے لگے کہ یہ کتاب میں پڑی کدھر سے؟ مگر خاموشی رہی ہمگر یوں لگتا تھا کہ آنکھوں کے راستے جیسے کھائے جاتے ہیں۔ ان افسران میں سب سے بڑے اے سی صاحب تھے جو دو

اوصاف کے مالک تھے ایک سید دوسرے شیعہ مجھے مقابلہ کر کے فرمایا حافظ
صاحب! یہ داڑھی کیوں رکھی ہے؟
میں سوچ میں پڑ گیا کہ اسے داڑھی کا اسلامی فلسفہ بتاؤ یا قرآن و سنت
سے کوئی دلیل دول۔ مگر فوراً دماغ نے فصلہ دیا کہ ان دونوں سے ہٹ کر کوئی
جواب دو میں نے کہا جناب یہ ہماری فیملی روایت ہے میرا نشانہ ٹھیک بیٹھا کہ ان
لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی وہ قدر نہیں جو
خاندانی روایات کی ہوتی ہے چنانچہ وہ خاموش ہو گئے، میں نے عرض کیا کہ جناب
ہمارے جدا جد کا نام علی بن ابی طالب ہے میں ان کی اولاد سے ہوں اور آپ
جانتے ہیں کہ جو بھی حلالی اولاد ہوتی ہے وہ اپنے باپ دادا کی روایات قائم رکھتی
ہیں۔ جھٹ سے چونکے اور کہنے لگے ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ بات سمجھ میں آگئی ہے۔
بات صرف ان کے سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی بلکہ سب کی سمجھ میں آگئی تھی مگر اس کی
تفصیر و تشریع کی نہ مجھے ضرورت پڑی نہ انہیں ان کا مطالبہ کرنے کا خیال آیا اور یوں
داڑھی کا معہمل ہوا۔

مبلغ میلے سر

اسی طرح کا واقعہ اباجی اکثر سناتے تھے کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک
علمائے کرام کا اجتماع تھا، انہوں نے بڑے حضرت جی مولانا اللہ یار خان صاحب رحمہ
الله کو بھی دعوت دے رکھی تھی، حضرت نے فرمایا مجھے دل کی تکلیف ہے بیان کر کے
کئی دن پڑا رہوں گا حضرت نے حافظ کو نامزد کر دیا، وہ جلسہ گاہ کے شیخ پر جب پہنچے
تو ایک مولوی صاحب بڑے ترنم سے وعظ و نصیحت کر رہے تھے اور عوام الناس خوب
واہ واہ کر رہے تھے اور جھوم رہے تھے، حضرت حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں سوچنے
لگاں کے بعد اگر مجھے بیان کے لئے کہا گیا تو میری بات کون سنے گا۔ مگر ہوا یوں

کہ جوئی مولانا نے راگ ورنگ کی محفل ختم کی تو شیخ سیکھی نے اعلان کر دیا کہ اب حافظ عبد الرزاق صاحب تقریر فرمائیں گے، یعنی جس چیز کا ڈر تھا وہی ہوا، بہر حال خطبہ مسنونہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ایک بات ڈال دی میں نے کہا کہ میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے آپ سب سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ بتائیں کہ ایک عالم یا واعظ اور عوام کا آپس میں کیا تعلق اور رشتہ ہوتا ہے، کوئی جواب نہ آیا، میں نے کہا لیجئے میں بتاتا ہوں عالم اور واعظ ڈاکٹر اور طفیل ہوتا ہے اور سننے والے مریض یعنی بیمار ہوتے ہیں یا بیماری سے بچنے کی تدیری سننا چاہتے ہیں۔ سب عوام نے کہا ہاں یہی رشتہ ہوتا ہے میں نے کہا آپ صحیح صحیح بتائیں کوئی ڈاکٹر یا حکیم دوائی دیتے وقت کافلوں پر ہاتھ رکھ کر اور گا گا کر شروع کر دے کہ ”بیے دوائی پانی نال لینی ہی میں اور بیے دوائی دودھ نال لینی ایں۔ کہنے لگے نہیں کوئی ڈاکٹر یا حکیم ایسے نہیں کرتا میں نے کہا پھر ہم سے آپ کیوں توقع رکھتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول ﷺ کے بتاتے ہوئے نئے نئے تمہیں گا گا کر بتائیں گے، کہنے لگے ہمارا کوئی مطالبہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے بیان شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے کرم کیا کہ لوگوں نے خوب توجہ سے سنا اور آخر تک جم کر بیٹھ رہے۔

حالات بدلنے سے احکام تبدیل کیوں ہو جاتے ہیں؟

ایک اور واقعہ سناتے تھے کہ حضرت حافظ صاحب بڑے حضرت جی کے ساتھ اسلام آباد تینی گی دوڑے میں تھے کہ حافظ صاحب کے پاس کانچ کے طباۓ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل کیسے چلی؟

حضرت حافظ صاحب نے کہا کہ سوال گھما پھرا کر کیوں کرتے ہو، سیدھا پوچھو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹی اور بیٹی یعنی بہن بھائی کی شادی جائز تھی اب کیوں ناجائز ہے؟

سائل:.....جی نہیں! میں نے تو ویسے ہی پوچھا تھا۔

حضرت حافظ صاحب:.....پیشاجب حالات بدل جائیں تو احکام بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔

سائل:.....احکام تو مستقل ہونا چاہیے انہیں تو تبدیل نہیں ہونا چاہیے۔

حافظ صاحب:.....اللہ کا قانون یہی ہے کہ حالات بدلنے سے احکام بھی بدلتے ہیں۔

سائل:.....یہ بات میری سمجھ سے بالا تر ہے۔

حافظ صاحب:.....جب تم چھوٹے پچھے تھے تو مال کی گود میں گہ موڑ دیتے تھے، تیری مال اپنے کپڑے بھی صاف کرتی تھی اور تجھے بھی آگے پچھے سے صاف کرتی تھی اور دھوتی تھی اور پھر تمہیں بڑے پیار سے دودھ بھی پلاتی رہتی تھی اب بھی بھی مال کی گود میں ہنگنے موت نے کی کوشش کی ہے یا مال کو بھی کہا کہ امی مجھے ذرا استنجا کرادے یا دودھ پلا دے، سائل بڑا شرم مند ہوا اور کہنے لگا ہاں ہاں بات سمجھ آگئی ہے۔

ذکر کرتے کراتے وقت ”ہلتے“ کیوں ہیں؟

یہ بھی اکثر سنایا کرتے تھے کہ کوئی نہ کی کالج میں بڑے حضرت جی حافظ صاحب کو بیان کرنے کا کہا تو انہوں نے بیان کیا، اور کہا سوال ہو تو کر سکتے ہیں عورتوں کی طرف سے چٹ آئی جو باپرده بیان اور ذکر میں شامل تھی۔

نمبر ا:.....آپ ذکر کراتے وقت بتی کیوں بند کروادیتے ہیں؟

نمبر ۲:..... ذکر کرتے وقت آپ ہلتے کیوں ہیں؟

حافظ صاحب نے کہا کہ ہماری یہ آنکھیں کیمرے ہیں ان کے سامنے جو چیز آتی ہے یہ اس کا فٹا اپنے پاس نہیں رکھتیں وہ دل کے حوالے کر دیتی ہیں اور دل

اس میں مشغول ہو جاتا ہے مگر آنکھیں یہ کام اس وقت کرتی ہیں جب روشنی ہو اس لئے ہم ان کا کاروبار بند کر دیتے ہیں۔ تاکہ دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر کرنے کا اور کوئی کام نہ رہے یہ ایک مکمل یکوئی حاصل کرنے کی تدبیر ہے۔

دوسرے سوال کے جواب سے پہلے میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں جو جواب آپ کا ہو گا وہی اس سوال کا بھی جواب ہو گا اور سوال یہ ہے کہ آپ آٹا گوند ہتھے ہوتے ہیں؟ آرام سے سیدھی بیٹھ کر آٹا یکوں نہیں گوند ہتھی۔ معلوم ہوا کہ یہ ہلنا کوئی فرض اور واجب نہیں بلکہ اس سے آسانی ہوتی ہے اور آٹا جلد گوندھا جاتا ہے بس ذکر میں بھی ہلنے کا مقصد یہی ہے کہ یہ جسم بھی قلب کے ساتھ دے کسی اور طرف نہ لگے۔ اب ذکر کرنے میں آسانی اور سہولت بھی ہوتی ہے۔ توجہ بھی قائم رہتی ہے اور قلب کے ساتھ جسم بھی ذکر الائی میں شامل رہتا ہے۔

انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

اباجی نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک نوجوان نے حضرت حافظ صاحب سے پوچھا کہ انگوٹھے چومنا جائز ہے یا ناجائز؟

حضرت حافظ صاحب نے نوجوان سے پوچھا تم کیوں پوچھتے ہو اس نے کہا ویسے ہی کچھ لوگ چومتے ہیں اور کچھ نہیں چومتے۔ حضرت حافظ صاحب نے کہا اس میں آپ کو کیا تکلیف ہے اس نوجوان نے کہا کہ معلوم ہونا چاہیے کہ جو چومتے ہیں وہ کیوں چومتے ہیں حضرت حافظ صاحب نے کہا جو چومتے ہیں وہ محبت سے چومتے ہیں اور جو نہیں چومتے وہ بھی محبت سے نہیں چومتے۔

نوجوان نے کہا یہ کیا بات ہوئی؟.....

حضرت حافظ صاحب نے کہا فرق یہ ہے کہ کچھ لوگ محبت کے انہمار کا طریقہ محبوب سے پوچھتے ہیں، اور کچھ اپنے من سے پوچھتے ہیں۔ نوجوان یہ سن کر گھری سوچ

میں پڑ گیا پھر سر اٹھایا اور کہنے لگا، مسئلہ سمجھ میں آگیا ہے اور خوب آیا ہے میں نے
کہا الحمد للہ!

نور اور بشر کی بحث

اور فرمایا کہ ایک مرتبہ حافظ صاحب اٹک آڑلی سینٹر کے، سینٹر کے جملہ
افسان م موجود تھے، جب سوال جواب کا وقت آیا تو ایک نوجوان آفیسر کھڑا ہو گیا اور
سوال کیا کہ آپ یہ بتائیں کہ محمد ﷺ نور تھے یا بشر؟

حافظ صاحب:.....آپ یہ بتائیں کہ نور کسے کہتے ہیں؟

آفیسر:.....نور وہی ہے ناجو الله نے فرمایا اللہ نور الاموت والارض۔

حافظ صاحب:.....ہاں تو اب کچھ نور کا سراغ ملا کہ اللہ نور ہے اب آپ
بتائیں کہ اللہ نظر آتا ہے؟

آفیسر:.....نبیں۔

حافظ صاحب:.....نبی اکرم ﷺ اس دنیا میں تھے تو نظر آتے تھے؟

آفیسر:.....ہاں نظر آتے تھے۔

حافظ صاحب:.....پھر وہ نور تو نہ ہوتے نور ہوتے تو نظر آتے جیسا اللہ نظر نہیں
آتا یونکہ وہ نور ہے۔ اچھا اب یہ بتائیں کہ بشر کسے کہتے ہیں؟

آفیسر:.....بشر آدمی کو کہتے ہیں۔

حافظ صاحب:.....آدمی کی اصل کہاں سے پلی ہے؟

آفیسر:.....حضرت آدم علیہ السلام سے

حافظ صاحب: مطلب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی نسل میں سے جو ہو وہ بشر
ہوتا ہے تو نبی کریم ﷺ آدم علیہ السلام کی نسل سے تھے یا نہیں؟

آفیسر:.....حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔

حافظ صاحب:..... پھر تو وہ بشر ہوئے جیسے کہ آپ خود کہہ رہے ہے میں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے تو حافظ صاحب نے بات ذرا بڑھائی کہ یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم بھی بشر میں اور حضور اکرم ﷺ بھی بشر تھے تو ہم میں اور ان میں کیا فرق رہا؟

آفیسر:..... ہاں ہاں واقعی یہ بات سمجھنے کی ہے۔

حافظ صاحب:..... بات یہ ہے کہ جب اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو کرہ ارض پر رہنے کے لئے بھیجا تو ان کے دل میں اس بات کا آنا قدرتی تھا کہ نئی جگہ نیا ماحول ہو گا تو وہاں زندگی کیسے بسر ہوگی، اللہ تعالیٰ خود غافق جو ہوا اس نے آدم علیہ السلام کو تسلی دی کہ وہاں میں رہنے بنے کا ڈھنگ خود سکھاؤں گا اب اس کے دو طریقے تھے اول یہ کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کے ہر فرد کو اللہ کریم خود بتاتے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ مگر ایسا تو ممکن نہیں کیونکہ اللہ نور ہے جیسا کہ آپ نے بتایا اس کی بات سننا ہر غائبی بشر کی طاقت سے باہر ہے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص بشر کو اللہ کریم خود منتخب کر لیتے اور اپنی بات اسے بتاتے اور وہ بشر باقی اولاد آدم کو بتاتا سمجھاتا اور عمل کر کے دکھاتا اور تاریخ شاپر ہے کہ یہی ہوتا آرہا ہے اور آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کریم نے منتخب کر لیا اور انہیں اپنا کام بتایا اور انہوں نے اولاد آدم علیہ السلام کو اللہ کی بات بتائی اور سمجھائی۔

آفیسر:..... یہی بات تو سمجھنے کی ہے کہ اس خاص بشر میں کیا خصوصیت تھی کہ اس نے اللہ کی بات سن لی اور دوسروں کو نہ سنائی دی۔

حافظ صاحب:..... اللہ تعالیٰ نور ہے لہذا نور کی بات نور ہی سن سکتا ہے جیسے جبراہیل امین نوری مخلوق ہے وہ اللہ کی بات سن کر محمد رسول اللہ ﷺ کو سناتے تھے، مگر جب وہ سنارے ہوتے باقی بشر جو پاس بیٹھے ہوتے تھے ان کو تو سنائی نہیں دیتا تھا، اس کی وجہ اللہ کریم نے خود بتا دی نزل بے الروح الامین ۵۰ علی قلبکہ وہ نوری فرشتہ اللہ

تعالیٰ کی بات آپ ﷺ کے قلب پر پہنچاتا تھا، اور آپ ﷺ کا قلب ستتا تھا۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ کلام آپ ﷺ کے ذہن یا زبان پر نہیں بلکہ قلب پر نازل ہوتا تھا، تو قلب میں کوئی خاص بات ہو گی وہ بات حضور اکرم ﷺ نے بتادی کہ تمام عینی ولایت قبیٰ یعنی میری آنکھیں سو جاتی میں اور میرا قلب نہیں سوتا اور نہ سونا نوری مخلوق یعنی فرشتے کا وصف ہے کہ آپ ﷺ کے جسم خاتمی میں نوری قلب رکھ دیا گیا تھا اس طرح نور کی بات نور لے کر آیا اور نور کو پہنچا دی اب ”تام عینی“ نے یہ بات واضح کر دی کہ باتی جسم بشر ہے تو حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک اور آپ ﷺ کے اعضاء نے عمل کر کے خاتمی بشر کو پہنچا دی۔ تجھے یہ نکلا اللہ تعالیٰ سے احکام لینے کیلئے حضور اقدس ﷺ نور یہیں اور اللہ کے بندوں تک اللہ کے احکام پہنچانے کیلئے حضور اقدس ﷺ بشر یہیں، سارا مجمع اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مطمئن ہو گیا۔

روزن اور ڈسپلن

اباجی مرحوم حضرت حافظ صاحب کا واقعہ سنانے لگے کہ ایک بگد آپ بیان فرمایا اور ذکر کرایا تو بعد میں ایک برگیدیر صاحب حافظ صاحب کو کہنے لگے کہ حضرت آپ ہر ماہ آتے ہیں اور بیان فرماتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں، میں ان محافل کی برکت سے نمازی بن گیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی بھی نماز پڑھنا شروع کر دے میں اس کو بار بار کہتا رہا اور اصرار کرتا رہا، تو آج اس نے کہا کہ آپ مجبور کرتے ہیں تو ایک بات سن لیجئے، نماز مقصد ہے وضو مقصد نہیں ہے اس لئے نماز پڑھوں گی وضو نہیں کروں گی بات اس کی بڑی لاجیل ہے آپ بتائیں میں کیا کروں؟

حافظ صاحب نے کہا آپ بیگم صاحبہ کہ کہیے کہ پیٹ بھرنا مقصد ہے آتا گوندھنا، قورمه بنانا، سلااد رائہیتا تیار کرنا مقصد نہیں ان سب کو چھوڑ دو صرف دانے پچک کر

پانی پی لو پیٹ بھر جائے گا۔

مزید کہا کہ اصل معاملہ یہ ہے کہ آپ کی یہی آپ کی بڑی خیر خواہ ہے کہنے لگے وہ کیسے؟ حافظ صاحب نے کہا کہ وہ ایسے کہ اس نے سوچا ہو گا کہ اگر میں ایک دفعہ منہ دھولوں گی تو بریگیڈیئر صاحب کے 100 روپے گنے اور روزانہ پانچ دفعہ منہ دھونے یعنی وضو کرنے سے تو بریگیڈیئر صاحب کی تجوہ ہی مسیرے وضو کی نذر ہو جاتے گی۔ بریگیڈیئر صاحب یہ سن کر بڑے مخنوٹ ہوئے، حافظ صاحب نے کہا کہ جس طرح آرمی والے روز اور ڈپلمن کے پابند ہیں اسی طرح ہم اسے بدرجہ اویٰ اللہ تعالیٰ اور اس کے بنی پاک علیہ السلام کے روز کے پابند ہیں۔

پریشانیوں کے لئے محبوب نسخہ

ابا جی فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب ایک مرتبہ ذکر کرنے سے قبل ایک واقعہ سنایا کہ ایک ایم پی نے مجھے خلل لکھا کہ میں بہت پریشان ہوں سنا ہے آپ اس کا کوئی علاج کرتے ہیں میں نے اسے کہا کہ پریشانیاں باہر سے نہیں آتیں اندر سے ہی ابھرتی ہیں اور ان کا مرکز دل ہوتا ہے وہ مطمئن ہو تو باہر سے بات انسان کو پریشان نہیں کر سکتی اور اس کے اطیبان کا نسخہ خود اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتایا ہے ہم لوگ تو وہی نسخہ استعمال کرتے اور کرتے ہیں اگر آپ اس کے لئے آمادہ ہوں تو ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں چند دنوں بعد وہ آگھے میں نے ذکر قلی کا طریقہ بتایا تو کہنے لگے میں یہ کام کروں گا لیکن میری کچھ شراکٹر میں تباہیں پڑھنے کے لئے نہیں کہیں گے اور داڑھی رکھنے کا اور حلقہ چھوڑنے کا نہیں کہیں گے۔ حضرت حافظ صاحب نے کہا منظور ہے۔ میں کچھ بھی نہیں کہوں گا ہاں آپ سچے دل سے یہ کام کرتے رہیں، چنانچہ ان کی شرطیں دھری کی دھری رہ گئیں اور وہ چوہری امان اللہ کک سے صوفی، حاجی، علامہ امان اللہ کک بن گئے۔

اذان سے پہلے اور بعد درود شریف کی شرعی جیثیت

والد صاحب سے سنا ہے کہ حضرت حافظ صاحب کے ایک عزیز نے سوال کیا کہ اذان سے قبل اور اذان سے بعد صلوٰۃ وسلم کی شرعی جیثیت کیا ہے؟ یعنی واجب ہے، سنت ہے، منتخب ہے یا بدعت ہے۔

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا شریعت نام ہے قرآن و سنت کے احکام اور تعلیمات کا۔ قرآن کریم کی بنیاد مأخذ ہے اللہ کریم نے بھیجا، بنی رحمت ﷺ نے امت کو پہنچایا، اس کی تفسیر اپنی زبان مبارک سے فرمائی، اس کے احکام پر عمل کر کے دکھایا اور اپنے شاگردوں (یعنی صحابہ کرام[ؐ]) سے اپنے سامنے عمل کرایا، اس کتاب اور اس کی تفسیر علیٰ اور عملی مل کر کتاب و سنت کھلائیں اور ان سے تکاب صورت میں شریعت بنی اس کو فہم کہتے ہیں، یہ کام صحابہ کرام[ؐ] کے کمی شاگردوں نے کیا مگر چار حضرت ایسے ہیں جنہوں نے شریعت کی مکمل تدوین کی اور اب تک مسلمان ان ہی سے شریعت یتکھنے چلے آرہے ہیں، انہی میں ہمارے ائمہ امام ابو حیفہ[ؓ] ہی انہوں نے کتاب و سنت کے سمجھنے، سمجھانے اور پڑھنے اور پڑھانے میں ہی عمر صرف کی پھر ماہر علماء کی گئی بنائی جو ہمیں سال تک مسلسل اس کام میں لگی رہی کہ کتاب و سنت سے شریعت کے مسائل اندک کے جمع کرتے رہے، فقه حنفی کی تین بنیادی کتب یہں جن کو متون الشاش کہتے ہیں ان کے علاوہ دو قسم کی اور کتابوں میں جن کو شرع اور فتاویٰ کہتے ہیں، یہ مسئلہ جو آپ نے پوچھا یہ کہ کتاب میں ہے، نہ سنت میں ہے، اور نہ ہی فقه حنفی کی متون کتابوں میں ملتا ہے اس کا ذکر نہ شرع میں ہے اور نہ ہی فتاویٰ میں ہے تو میں آپ کو اس کی شرعی جیثیت کیا بتاؤں، ہاں شرعی جیثیت پوچھی جاتی ہے ”ثواب“ کے لئے اور یہ مسئلہ ”سواد“ کا، درحقیقت یہ سوادی کام شروع ہوتے چند برس ہی ہوتے یا یوں کہیے کہ جتنی عمر لاوڈ پیکر کی ہے

اتنی یا اس سے کچھ کم عمر اس مسئلہ کی ہے تو کیا لا اؤڈ پیکر اسجاد ہونے سے پہلے دنیا بھر میں صدیوں پر محیط جتنی اذانیں ہوئیں وہ سب غلط ہیں، ناقص ہیں، نامکمل اور یکسر ناجائز ہوئیں۔

اہل قبور سے مدد مانگنا

اباجی نے فرمایا: اسی طرح حضرت حافظ صاحب سے کسی نے پوچھا
مزاروں اور درباروں سے امداد طلب کرنا کیا ہے؟
حافظ صاحب نے فرمایا: دور سے اہل قبور کو سامع سمجھ کر امداد طلب کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) قرآن و سنت میں کوئی ایسی پدایت یا حکم نہیں ملا، کسی کو ملا ہو تو وہ
کرے

(۲) یا کسی کا تجربہ ہو کہ اہل قبور جب اس دنیا میں ہمارے درمیان زندہ
تھے تو ہم گھر بیٹھے میلوں دور انہیں پکارتے اور وہ جھٹ پٹ پہنچ جاتے تھے ایسا
کوئی تجربہ نہیں ہوا بلکہ ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ وہ پاس والے کمرے میں بیٹھے ہوتے
اور ہم آواز دیتے تب بھی نہیں سنتے تھے ہاں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہتے
اور وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کر دیتے اور وہ اللہ کا دروازہ دھلتے جہاں سے سب کچھ ملتا
ہے، کسی کو اس کا مختلف تجربہ ہوا تو وہ کرتا رہے۔ اس لئے جب وہ زندہ تھے تو
رازق اور اولاد اللہ ہی دیتا تھا جب وہ قبروں میں پہنچ گئے تو اللہ نے یہ چارج
(اغتیار) ان کو دے دیا ہے؟

علمِ غیب کا عقیدہ اور اعتدال

اور فرمایا: حضرت حافظ سے کسی نے حضور اکرم ﷺ کے متعلق علمِ غیب
کی نسبت سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: غیب کے معنی پوشیدہ چیز کے ہیں۔ علم

غیب کے معنی پوشیدہ چیزوں کا علم جانتا ہے، اصطلاح شریعت میں عالم الغیب کے معنی وہ ہستی ہے جو پوشیدہ چیزوں کے متعلق بغیر کسی کے بتائے اور بغیر کسے واسطہ کے علم رکھتی ہے۔ اس لئے عالم الغیب سوائے رب العالمین کے اور کوئی نہیں، قرآن کریم میں کئی مقامات پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ عالم الغیب سوائے اللہ کریم کے کوئی نہیں اور کسی مقامات پر نبی رحمت ﷺ سے اعلان کرایا گیا کہ لا عالم الغیب یعنی میں عالم الغیب نہیں ہوں۔ مگر دو تین مقامات پر بتایا گیا کہ اللہ کریم اپنے عالم غیب سے رسولوں میں سے جس کو چاہے مطلع کر دیتا ہے عالم غیب کے متعلق قرآن کریم کی تمام آیات کو ملا کر دو اصول واضح طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) علم غیب سوائے اللہ کے کسی کے پاس نہیں ہے۔

(۲) وہ اپنے علم غیب میں سے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے جتنا چاہے بتاتا ہے۔

اب اگر کوئی کہے کہ نہیں اللہ کے بغیر اور بھی کوئی عالم الغیب ہے اور اس کے دو مطلب ہونگے اول یہ کہ وہ اعلان کر رہا ہے کہ قرآن غلط ہے اور معاذ اللہ ! اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کہا ہے ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں کفر میں، دوسری بات کہ اگر کوئی شخص نبی رحمت ﷺ کا علم ناپنے لگے اور کہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اتنا علم تھا یا اللہ تعالیٰ نے اتنا علم دیا تو گویا وہ اعلان کرتا ہے کہ وہ نمبر (۱) اللہ کے برابر عالم الغیب ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیب اتنا ہے۔

نمبر (۲) وہ رسول کے برابر علم رکھتا ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اتنا علم دیا ہے۔

نمبر (۳) وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وحی کا علم انبياء عليهم السلام کو دیتا ہے یہ اصولی بات ہے کہ نبی کا علم ناپنے کے لئے وہی آگے آئے جو

نبی سے زیادہ علم رکھتا ہو یہ کیونکر ممکن ہے کہ پر ائمرا کا طالب علم کسی پروفیسر کا عسلم ناپہنچ لگے۔

اس نے قرآن و سنت کی تعلیمات سے جوبات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت پر یقین رکھے کہ اللہ کریم نے نبی رحمت ﷺ کو جس مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا ہے اس مقصد کے پورا کرنے کیلئے جن علوم کی جتنی مقدار کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو وہ عطا فرمائے۔ ان کی مقدار اور حقیقت دینے والا جاتا ہے، یا لینے والا، ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

خط کا جواب اور دلچسپِ مکالمہ

ایک مرتبہ راقم پنڈی سے دیر سے واپس گاؤں پہنچا میرے ہاتھ میں ایک کتاب تھی حضرت ہزاروی صاحب مظلہ کی لکھی ہوئی ”دو بھائی“ اباجی نے دریافت کیا کہ یہ کس موضوع پر کتاب ہے، میں نے کہا کہ یہ جماعتِ اسلامی کے بڑے ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے نظریات و عقائد کے متعلق کتاب ہے جو حضرت ہزاروی صاحب کی تصنیف کردہ ہے، کچھ دیر ناموش رہے پھر گویا ہوئے کہ ہمارے حضرت حافظ صاحب سناتے میں کہ میر پاس مسقط سے ایک لمبا پوڑا خل آیا، لکھا تھا کہ میں یہاں ایک عرصہ سے رہ رہا ہوں تمہارے سلسلے کے ساتھیوں نے مجھے ذکر پر لکایا جس کی وجہ سے نماز کی عادت ہو گئی اور پھر داڑھی بھی رکھ لی ہے، مگر کچھ دن پہلے آپ کے سلسلے کا ایک بڑا ساتھی کراچی سے آیا ہے وہ کہتا ہے کہ مودودی صاحب کو سخت عذاب ہو رہا ہے کیا تمہاری جماعت کے ساتھیوں کا یہی کام رہ گیا ہے کہ قبروں میں جھانکتے پھریں (یعنی کشف والہام کے ذریعے اہل قسbur کے احوال دیکھ کر) انہیں بدنام کریں اس کا جواب دو۔ میں نے اسے جواب دیا کہ جس ساتھی کا آپ نے ذکر کیا ہے، وہ ہمارا ساتھی نہیں ہے بلکہ ہمارے سلسلہ سے سے تکالا ہوا ہے،

اس لئے اس کی کسی بات یا فعل کی ہماری جماعت کی ذمہ داری نہیں ہے اب وہ
جانیں اور ان کا رب جانے۔ کچھ دنوں بعد پھر اسی شخص کا خط آیا اور کہا کہ سوال کا
جواب تم گول کر گئے ہو ایسے ملنے والا میں نہیں، مجھے صاف صاف جواب دو کہ
عذاب ہورہا ہے یا نہیں۔ میں نے لکھا کہ اگر تمہیں اصرار ہے جواب پر تو فرض کرو کہ
مودودی صاحب کی وفات کے بعد آپ کی روح رب العالمین کے سامنے پیش کی گئی
ہو اور وہاں یہ مکالمہ ہوا ہو۔

اللہ رب العالمین:..... مودودی! تم زندگی بھر میں کیا کر کے لائے۔
مودودی صاحب:..... یا اللہ میں تیرے دین کی تبلیغ کرتا رہا، تقاتیل لکھیں
اسی میں اپنی ساری عمر کھپا دی۔

اللہ رب العالمین:..... میرا قرآن تیرے پاس کیسے آیا ہے؟
مودودی صاحب:..... تیرے رسول نے پہنچایا۔
اللہ رب العالمین:..... اس کو تو میرے رسول نے اپنے صحابہ کو پہنچایا اور انہیں آگے
پہنچانے کا حکم دیا۔
مودودی صاحب:..... اے اللہ! واقعی صحابہ نے پہنچایا اور نسلّا بعد نسل مجھ تک
پہنچا۔

اللہ رب العالمین:..... تمہیں تو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا مگر تو نے انہیں
ملزموں کے سکھرے میں کھڑا کیا خود حج بن بیٹھا اور ان سے مطالبہ کیا کہ صفائی کے
گواہ پیش کرو، انہوں نے کہا کہ ہماری صفائی کا گواہ اللہ رب العالمین ہے اس کی
کتاب دیکھو۔

مگر مودودی تم نے کہا یہ شہادت قبول نہیں اور کوئی گواہ لاو تو انہوں نے
عینی ثابت اللہ کا رسول پیش کیا۔

مودودی تم نے کہا یہ شہادت بھی قبول نہیں اور گواہ لاو۔ انہوں نے کہا

ہمارے عینی شاہد یہی دو ہیں، تم نے طبری کو طلب کیا کہ یہ مؤرخ ہے اس کی شہادت وزنی ہے۔

حالانکہ طبری نے کہا بھی کہ جناب میں تو ان لوگوں سے کوئی اڑھائی سو سال بعد پیدا ہوا ہوں میں عینی شاہد نہیں ہوں میں نے جو منا لکھ دیا، میں نہیں کہہ سکتا تھے کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔

مودودی تم نے بڑے وثوق سے کہا یہ شہادت قبول ہے اور تم نے میرے نبی ﷺ کے صحابہ کے خلاف بڑی بے باکی سے فرد جرم عائد کر دی اور ”خلافت و ملوکیت“ لکھ ڈالی۔

اب یہ معاملہ رب العالمین اور مودودی صاحب کے درمیان ہے۔ کسی کو رائے زنی کا کیا حق ہے، حافظ صاحب فرماتے تھے اس جواب کے بعد اس عزیز نے کوئی خط نہیں لکھا۔

دیگر تالیفات



کتب اسلامی
میراث اسلامی

Ph: 0333-5902896
qmi5776@gmail.com
www.umarllibrary.org



میراث اسلامی

0334-
8723776

